عشق سفر کی دھول

لبنیٰ جدون

ناولٹ

لبنیٰ جدون

عشق سفر کی دھول

"ہیلو... "طارق سومرو کی آواز گونجی تو پاکیزہ کو کچھ لمحے پہچاننے کی کوشش میں خاموشی سے گزارنے پڑے۔

"ہیلو جواب تو دو۔"

"جی کون میں نے پہچانا نہیں۔" پاکیزہ نے پوچھا۔

"میں طارق سومرو بات کر رہا ہوں۔ تم پاکیزہ ہی بات کر رہی ہو نا۔" وہ بھرپور یقین سے پوچھ رہا تھا۔ اس کا نام تو ایک ڈراؤنا سپنا تھا جس کو سوچتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ وہ ظالم سے ٹکرانے کا ارادہ بچپن سے باندھ رہی تھی۔ اب وہ اس کے سامنے خود ہی آ رہا تھا لیکن حوصلے پست ہو رہے تھے۔ حالانکہ جب کوئی مرد محبت بھری نظر کسی عورت کی طرف ڈال کر اس کی جانب بڑھتا ہے تو اس کی دہشت میں وہ خوف نہیں ہوتا جو ایک انسان کے وجود کو آدھے آسمان میں لٹکا دیتا ہے۔

"لیکن میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" پاکیزہ کا دل خوف سے دھڑکنا بھول گیا وہ جان بوجھ کے انجان بن گئی۔

"مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ میرے جاننے والوں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس میں تمہارے نام کی غیر موجودگی کا احساس ہی نہیں ہو گا۔" شان بے نیازی سے جواب آیا تو پاکیزہ کو تو جیسے پتنگے ہی لگ گئے۔

"لیکن میرے جاننے والوں کی فہرست بہت مختصر ہے مسٹر طارق سومرو اور میں اس میں مزید کسی نئے نام کے اندراج کی خواہش مند قطعاً "نہیں ہوں۔" کہہ کر اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ کچھ لمحوں تک وہ اس بے یقینی کی کیفیت میں رہی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس نے وہ سب طارق سومرو سے ہی کہا ہے۔ آخر یہ کیا چاہتا ہے؟ وہ خود سے گویا ہوئی۔ جب گھنٹیاں کسی طرح بند نہ ہوئیں تو اسے موبائل اٹھانا ہی پڑا۔

"میری بات غور سے سنو... ایک نام اور اپنی فہرست میں شامل کر لو... طارق سومرو..." اس نے چھوٹتے ہی کہا تو وہ چپ ہو رہی۔

"پھپھو جان کے گھر شادی میں کافی عرصے بعد تم پہ نظر پڑی... اور..."

"اور آپ کو مجھ سے محبت ہو گئی۔ آپ اپنا دل ہار گئے۔ ایسا ہی کچھ ہوا ہے نا۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے قہقہہ لگا کر بولی تو وہ بھڑک اٹھا۔

"خیر دل ہارنا تو کیا کہ میں نے کبھی ہارنا سیکھا ہی نہیں۔ وہ تو اماں نے پوچھا تو میں نے تمہارا نام لے لیا اور کوئی آپشن جو نہیں تھا۔" ادھار رکھنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

"اس مہربانی کا بہت شکریہ... لیکن میرے متعلق سوچنے سے پہلے آپ کو کم از کم ایک ہزار بار سوچنا چاہیے تھا۔"

"تمہیں نہیں سمجھتا کہ تم اتنا مشکل سوال ہو۔

"آپ کی سمجھ پہ مجھے ہنسی آ رہی ہے۔ ایک مشورہ ہے کہ اپنے سے زیادہ دوسروں کو پڑھنے کی کوشش کریں بہتر اندازہ لگا پائیں گے۔"

"اور ایک بات آپ بھی سمجھ لیں کہ میں نے زندگی کا کوئی بھی امتحان پڑھ کے نہیں دیا بلکہ زندگی نے مجھ سے سیکھا ہے اور تمہیں کیا اور کیسے سکھانا ہے یہ مجھے آتا ہے۔" کہہ کر کھٹ سے فون بند کر دیا گیا۔ اور اس کا دماغ گھوم گیا۔

"ذلیل...." اگلا سارا دن بھی اس کا دماغ گھومتا رہا۔ کالج سے واپسی پہ بھی الجھی رہی۔

"اماں کھانا چاہیے۔" وہ بیگ مسہری پہ پھینکتے ہوئے بولی۔

"اچھا بیٹا ابھی تم یونیفارم تو بدل کے آؤ۔" وہ ہمیشہ کی طرح اسے سنائے بنا ہی جھٹ اٹھیں۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔

"کیا بات ہے اماں آج زبان میں بڑی چاشنی ہے۔"

"میں نے اس سے پہلے بھی کسی کا منہ نہیں نوچا۔ ایسا ہی بولتی ہوں میں۔" وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگی رات کو ہلکا سا دروازہ بجا کے اندر آئیں تو پاکیزہ جان

گئی کہ بات کوئی خاص ہی ہے۔
"اماں مجھے بلوا لیا ہوتا۔"
"مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔" وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولیں۔
"جی اماں.... بولیں کیا خاص بات ہے....؟" وہ دھیرے سے مسکرائی۔
"پاکیزہ جب بیٹیاں جوان ہو جاتی ہیں تو ماں باپ کی صرف ایک ہی دعا ہوتی ہے کہ ان کا گھر بس جائے۔ میری بھی یہی دعا ہے کہ تو اپنے گھر کی ہو جائے۔" وہ چند لمحے رکیں۔
"اماں آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں...." وہ الجھی۔
"بیٹا میں چاہ رہی تھی کہ اب تو اپنے گھر بار کی ہو جائے...." پاکیزہ نے محسوس کیا کہ وہ بات کرتے ہوئے نظریں چرا رہی تھیں۔
"مگر اماں.... اتنی جلدی....؟" وہ پریشان ہو اٹھی۔
"بیٹا ماشاء اللہ اب تم بی اے کر رہی ہو گی۔"
"لیکن اماں مجھے ابھی پڑھنا ہے۔"
"پڑھنے سے بھلا کون روکتا ہے چندا تو اپنی ہمت دکھانا۔"
"اماں آپ فیصلہ کر کے آئی ہیں تو پھر میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" وہ سر جھکا کے بولی۔
"بیٹا میں نے سوچا ہے کہ تیرے لیے...." وہ جانتی تھی کہ پچھلے کچھ دنوں سے خالہ بلقیس کا گھر میں آنا جانا بلاوجہ تو نہیں تھا۔ اس لیے ان کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اچک لیا۔
"اماں مجھے آپ کے فیصلے پہ بھروسہ ہے.... آپ بہتر فیصلہ کریں گی۔" اس نے سر جھکا کے سعادت مندی سے کہا تو وہ اس کی تابعداری پہ خوش ہو کے اس کا ماتھا چومتے ہوئے ڈھیروں دعائیں دینے لگیں۔
میں نے اس لیے بھی ہامی بھرنے میں دیر نہیں لگائی کہ مجھے طارق سومرو سے فرار بھی حاصل کرنا تھا رات بیڈ پہ لیٹی تو دھیان پھر اسی کی طرف چلا گیا۔ کچھ لوگ کس شان سے جیتے ہیں۔ زندگی جیسے ان کے لیے ہی تو ہو۔ اس کے لہجے کا غرور.... اس کی آواز کی سختی....

میں نے کبھی اپنے خوابوں کو اتنی اونچی پرواز نہیں دی جس کو سنبھالنے کی سکت میرے پروں میں نہ ہو۔ نیند کا جھونکا آیا تو سب سوچیں کہیں کھو گئیں۔

☼ ☼ ☼

"محترمہ آپ کا اور میرا رشتہ تو ہو ہی جائے گا کیونکہ میں اپنے فیصلے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتا.... ہارنا اور جھکنا میں نے سیکھا ہی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے سمجھنے کے لیے آپ ایک دو دفعہ مجھ سے مل لیں تاکہ بعد میں آپ کو شکوے نہ ہوں۔" اگلے دن دوبارہ اس کا فون آ گیا۔
"کیا بکواس ہے یہ اور آپ مجھے خوامخواہ کیوں پریشان کر رہے ہیں۔ میرے گھر والوں نے میری بات طے کر دی ہے۔ آپ کسی اور شکار پہ نظر کرم کریں۔" وہ تقریباً چیخ اٹھی۔
"مجھے آپ سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"
"گویا تم مجھے انکار کر رہی ہو...."
"جی بالکل.... آپ کو مایوسی ہو گی۔"
"تم ابھی تک میری طاقت کا اندازہ نہیں لگا پائیں۔ بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ محاذ کھولنے کے بجائے دوستانہ ماحول میں بات کر لو۔ اگر تم کسی اور کی محبت میں مبتلا ہو تو یقیناً میں ہرگز کسی ایسی ویسی لڑکی کی خواہش نہیں کر سکتا اور پھر بات سمجھ میں بھی آتی ہے لیکن اگر تم بنا کسی وجہ کے مجھے جھٹلانا چاہ رہی ہو تو پھر تم غلطی پہ ہو کیونکہ طارق سومرو کو ٹھکرا نہیں سکتی ہو تم.... اور یہ بھی یاد رکھنا کہ طارق سومرو کوئی بات منہ سے نکالے اور پیچھے ہٹ جائے۔ ممکن نہیں...." اب کے اس کے لہجے کی سختی میں اضافہ ہوا۔
"مسٹر سومرو میں نے بہت صاف ستھری زندگی گزاری ہے.... رہی بات اس بارے میں کوئی وضاحتی بیان پیش کرنے کی تو میں اس کے لیے آپ کو جواب دہ نہیں ہوں۔" وہ جھنجھلاتے ہوئے بولی۔
"اوکے پھر سن لو بات اگر چیلنج کرنے کی ہے تو پھر تم ہی میری زندگی کی ساتھی بنو گی۔" کہہ کے اس نے

کمال سے رابطہ منقطع کرڈالا۔

"عجیب پاگل شخص ہے۔" ساری رات پاکیزہ نے آنکھوں میں کاٹی۔ "یہ پاگل پن ہے کہ طاقت کا نشہ۔" وہ جان نہ پائی۔

مگر یہ بھی طے تھا کہ اس جیسے سرپھرے انسان زندگی میں جو چاہتے ہیں وہ حاصل کرلیتے ہیں اور کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ لوگ جیسے ہوتے ہیں جو زندگیوں پہ حکمرانی کرتے ہیں۔ طارق سومرو۔ میں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا یا سوچا نہیں تھا کہ میری زندگی میں کبھی کوئی ایسا موڑ بھی آسکتا ہے۔ مگر ایسے لوگوں کی دوستی اچھی نہ دشمنی اس لیے مجھے اس کی فون کال ریسیو ہی نہیں کرنی۔ اس نے فیصلہ کرلیا۔ ماں نے اسے جب بتایا کہ انہوں نے طارق سومرو کے رشتے کی ہامی بھرلی ہے تو وہ گھبرا کے رہ گئی۔

"ماں یہ طارق سومرو کہاں سے آگیا۔" وہ چیخ اٹھی۔

"تمہاری تائی اماں آئی تھیں تمہاری پھپھو بھی ساتھ تھیں۔" وہ بات ضرور کررہی تھیں مگر ان کا چہرہ ان کی آنکھوں کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ حالانکہ مائیں جب بیٹیوں کا رشتہ طے کریں تو ان کا سکون تو ہر انداز سے جھلکتا ہے۔

"وہ آئیں اور آپ نے ہامی بھرلی۔" کیا میں بوجھ بن گئی تھی۔ "اتنا ہی کنویں میں ہی دھکیلنا تھا تو خود ہی گرادیتیں۔" وہ رو پڑی۔

"پاکیزہ تمہاری پھپھو بتا رہی تھیں کہ وہ بدل گیا ہے۔" انہوں نے سنی سنائی بات کی حالانکہ انہیں اس بات پہ خود بھی یقین نہ تھا طارق سومرو کی رگوں میں دوڑنے والا خون۔ جس شخص کا تھا وہ تو رشتوں کے احترام سے ہی ناواقف تھا۔

"ماں یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا آپ ان لوگوں کے رنیے کو بھول گئی ہیں۔؟"

"تو کیا تو ان لوگوں کے رنیے کو بھول چکی ہے۔" انہوں نے الٹا اس سے پوچھا۔

"تو کیا پھر کیا کروں۔" اس کی خاموشی پہ وہ جان گئی کہ تائی اماں نے کس انداز میں بات کی ہوگی۔ وہ تو صرف فیصلہ سناتی تھیں۔ رائے جاننے کی زحمت تو کبھی کی ہی نہیں تھی۔ طارق سومرو بگڑے ہوئے خاندان کا بگڑا ہوا چشم وچراغ۔ جس میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی خوبی نہ ملتی تھی۔

"لیکن اماں آپ نے اتنی جلدی انہیں ہاں بھی کہہ دی۔؟" وہ بے طرح پریشان ہوگئی۔

"انہوں نے وقت دیا ہی نہیں۔" وہ بے بسی سے سر جھکا کے بولیں تو پاکیزہ ماں کی جھکی گردن دیکھ کے ہی چپ کرگئی۔

اگلے دن تائی اماں پھپھو کے ساتھ آئیں اور کھڑے کھڑے انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال کے گویا فرض نبھایا۔ انہیں اپنے بیٹے کا یہ فیصلہ کوئی اتنا زیادہ پسند نہیں آیا تھا مگر طارق سومرو نے انہیں اس بات کا کوئی حق نہیں دے رکھا تھا۔ کہہ دیا تو انہیں کرنا تھا۔

طارق سومرو ماں باپ کی تربیت کی خوب لاج رکھ رہا تھا۔ تایا ابا جو اب قبر میں اتر گئے تھے۔ ان کا آخری وقت بھی قابل رحم تھا۔ جو حرام مال اکلوتے بیٹے کی رگوں میں اتارا تھا اس نے اس کا حق باپ کو زہر دے کے ادا کیا تھا۔ انہوں نے اپنے سگے بھائی یعنی پاکیزہ کے بابا سائیں کو بھی جائیداد سے محروم کرڈالا اور سر اٹھانے پہ پاکیزہ کے اکلوتے بھائی مصطفیٰ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے چار ماہ کے بچے ارسلان کو یتیم کرڈالا۔ بھابھی اسے لے کے خوف سے ماں باپ کے گھر چلی گئیں اور پاکیزہ اور اس کی ماں یہ مشکل وقت کاٹنے پہ مجبور ہوگئیں۔ پھر ابا جان کی پنشن اور کچھ جمع پونجی کام آئی۔ اس کے بعد تایا ابا کے گھر والوں سے انہوں نے کوئی تعلق نہ رکھا۔ بابا سائیں جلد ہی قبر میں اتر گئے کہ انہیں اپنے اکلوتے بیٹے کا دکھ کھا گیا۔ پاکیزہ اور اس کی اماں نے پورے خاندان میں کسی سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ ایک ہی دفعہ پھپھو کے مجبور کرنے پہ پاکیزہ پھپھو زاد بہن اسما کی شادی پہ گئی اور اس شکاری کی نظر پڑ گئی۔ اسما اور وہ دونوں کلاس فیلو بھی تھیں۔

اگلے دن اس کا فون آگیا۔ پاکیزہ کافی دیر سوچتی رہی۔ عجیب سے شش و پنج میں پڑی تھی، لیکن یہ سوچ کے کہ اب تو اس نے بازی جیت ہی لی تھی۔ اب اس سے ہی تو بات کرنی تھی۔

"ہیلو..."

"ہیلو... محترمہ کیسی ہیں۔" اس کے فاتحانہ لہجے میں غرور کا نشہ بہت واضح تھا۔

"ارے جواب تو دو... اچھا چلو کم از کم اتنا ہی بتا دو کہ یہ شکایتی شرم ہے یا ہارنے کا دکھ۔"

"جی..." وہ بمشکل بول پائی۔ جواباً" طارق سومرو کا قہقہہ اس کے دماغ کے اندر جیسے سوراخ سا کرنے لگا تو اسے اپنی بے بسی پہ رونا آگیا۔

"ویسے سچی بات ہے، مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اتنی خوب صورت ہو گئی ہو گی۔" بازاری سے انداز میں تعریف کی گئی۔

"ارے... تمہاری تو بولتی ہی بند ہو گئی ہے۔"

"جی..." وہ بمشکل بولی کہ آنسوؤں نے بات گلے ہی میں روک دی تھی۔

"ویسے میڈم... اتنا ہی حوصلہ تھا کہ پہلی دفعہ اماں آئیں اور منگنی کی انگوٹھی پہن لی۔ بھئی مروتاً" ہی سوچنے کے لیے دو چار دن لے لیتے۔" وہ چاہ رہا تھا کہ وہ پھٹ کے کچھ بولے۔ طارق سومرو کو منہ زور گھوڑے قابو کرنا پسند تھا۔ مگر اس نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

"صرف کل اور آج کا ہی فرق دیکھ لو۔ کل تمہارا اعتماد قابل تعریف تھا اور آج تمہارے منہ میں جیسے گونگے کا گڑ ڈال دیا ہو کسی نے... ویسے میرے نام کی دہشت ہی اتنی ہے۔ جب میں نے اسما سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا تو اس نے تو مجھے یہ بتایا تھا کہ تم ہر میدان کی فاتح ہوتی ہو... چاہے پڑھائی ہو یا کوئی تقریر وغیرہ۔ اسی لیے میں نے تمہیں شکار کرنے کا سوچا... کیونکہ مجھے جیتنے والوں کو ہرانا اچھا لگتا ہے۔" وہ خود پرستی کی آخری سیڑھی پہ کھڑا اس سے مخاطب تھا۔ پاکیزہ کو افسوس تھا کہ کاش اماں ہمت سے کام لیتیں اور اسے باندھ کے پیش کر کے اتنا ارزاں نہ کرتیں۔

"کیا آپ نے صرف شکار کرنے کی نیت سے رشتہ جوڑا ہے؟" ہمت کر کے زبان کھولی۔

"نہیں تم کافی خوب صورت بھی ہو اور خوب صورت چاہے عورت ہو یا مرغابی دونوں ہی شکار کرنا مجھے پسند ہیں۔"

"جی..." وہ اس کے سوا اور کیا کہتی؟

"تو پھر کل مل رہی ہو؟"

"کیوں...؟" پاکیزہ کو جھٹکا لگا۔

"کیا مطلب کیوں... کیوں نہیں۔" وہ بھڑک ہی تو اٹھا۔

"اس لیے کہ شادی سے پہلے یہ مناسب نہیں لگتا۔"

"پاکیزہ تم میرے نام کی انگوٹھی پہن چکی ہو۔" اس نے یاد دلایا۔ لیکن وہ اپنی بات پہ اڑی رہی اور اس نے غصے سے فون بند کر دیا۔ یونیورسٹی سے واپسی پہ گاڑی خراب ہو گئی۔ وہ پریشان تھی کہ کیا کرے کہ اسے تو صرف گاڑی چلانی آتی تھی۔ باقی سب کام تو اماں ہمسائے میں رہنے والے انکل سے ہی کہہ دیا کرتی تھیں۔

"کیا مسئلہ ہے...؟" مردانہ آواز پہ مڑی تو شاندار ٹیوٹا سرف فرنٹ سیٹ پہ شان سے بیٹھا طارق سومرو اس سے مخاطب تھا۔

"کک کچھ نہیں۔" اس کی دل دھڑکاتی شخصیت پہ اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔

"گاڑی خراب ہو گئی ہے کیا؟"

"جی..."

"آؤ میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" کہہ کے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اپنے گارڈ کو اشارہ کیا جو پھرتی سے گاڑی سے اترا اور پاکیزہ سے گاڑی کی چابی لے لی۔ پاکیزہ کو مجبوراً" فرنٹ سیٹ پہ بیٹھنا پڑا کہ اس نے دروازہ کھول رکھا تھا۔

"کیا پرابلم ہو گئی تھی؟" اس نے گاڑی گیئر میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں... اچھی بھلی چل رہی تھی کہ اچانک

رک گئی۔" اس نے سر جھکا کے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ پرانی ہو گئی ہے۔ میں تمہیں نئی گاڑی دلا دیتا ہوں۔" وہ کرولا کے شوروم کے سامنے گاڑی کھڑی کرتے ہوئے بولا تو اس نے جھٹ بازو پکڑ کے گاڑی سے اترنے سے روکا۔

"طارق پلیز۔ مجھے نہیں چاہیے نئی گاڑی۔"

"تحفہ دے رہا ہوں یار۔"

"نہیں بس مجھے گھر ڈراپ کر دیں۔" وہ گھبرا گئی۔

"بھئی پہلی ملاقات کی خوشی میں تحفہ دے رہا ہوں۔ بیوی بننے والی ہو اب میری۔ کوئی غیر تو نہیں ہوں میں۔"

"اماں ناراض ہوں گی۔"

"کیوں بھلا...؟ اب تم مجھ سے منسوب ہو۔ انہوں نے پوچھا تو میرا نام بتا دینا۔" وہ ہلکے غصے سے بولا۔

"طارق ابھی ہمارے درمیان کوئی پراپر رشتہ نہیں ہے۔" بس یہ کہنا غضب ہو گیا اس نے ___ طوفانی رفتار سے گاڑی ریورس کی کہ پاکیزہ کا رنگ فق ہو گیا۔

"طارق گاڑی آہستہ چلائیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ خوف سے رو پڑی، لیکن اس پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ آدھے گھنٹے کا سفر اس نے دس سے پندرہ منٹ میں طے کیا اور گاڑی اس کے گھر کے سامنے لا کھڑی کی۔

"گھر تک لے آیا ہوں... ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ کورٹ لے جاؤں اور نکاح کر کے رشتہ بنا لوں، تاکہ تمہارے پاس میری بات سے انکار کرنے کے لیے یہ بوسیدہ بہانہ نہ ہو۔ اترو۔" حکم صادر ہوا تو پاکیزہ نے ڈرتے ڈرتے اس کی جانب دیکھا جو شیشے سے باہر دیکھ رہا تھا۔ گویا بات کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ مگر اس نے پھر بھی ہمت کی۔

"سوری طارق... لیکن آپ جانتے ہیں کہ ایسے اچھا نہیں لگتا۔" پاکیزہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر کچھ کہے بنا چلی گئی تو وہ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لے گا۔ اب رشتہ تو جڑ ہی گیا تھا۔ فرار ممکن نہ تھا۔

"سو سوری طارق... میں نے آپ کو ہرٹ کیا۔"

"کیا برا تھا اس میں... میرے دل کی خوشی ہی تھی نا۔" عجیب دیوانہ تھا۔

"ویسے بھی اب تمہیں میرے علاوہ کسی کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں کیا چاہتا ہوں صرف یہ سوچا کرو۔ پاکیزہ میں بہت ٹیڑھا بندہ ہوں۔ ہاں نہ جانے کیوں تمہیں پھپھو کے گھر دیکھ کے میرا دل تمہاری تمنا کر بیٹھا۔ ورنہ میری کمپنی میں بہت زبردست قسم کی لڑکیاں ہیں اور ان کے دل کی حالت بھی میں جانتا ہوں۔" اس نے جتلایا۔

"طارق کیا میں آپ کے اسٹینڈرڈ کو میچ کر سکتی ہوں۔ میں بہت پرانی سوچوں کی مالک ہوں۔ آپ اپنی گیدرنگ سے ہی کیوں نہیں لائف پارٹنر چن لیتے۔" وہ اس شخص سے بہت ڈر گئی تھی۔

"مشورے کا شکریہ... پھر ملیں گے۔" مسکرا کے کہا گیا اور گاڑی فراٹے بھرتی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی اور سوچوں کے بھنور میں الجھتی ہوئی اندر آ گئی۔ اگلے دن وہ کالج سے لوٹی تو یہ سن کے پتھر ہو گئی کہ تائی اماں آئی تھیں اور اس کا ناپ وغیرہ لے گئیں ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ آنے والے ہفتے میں وہ بارات لا رہی ہیں۔

"ماں جی۔ اتنی جلدی... اور آپ اکیلی کیسے رہیں گی؟" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"بیٹا تجھے تو بہرحال رخصت کرنا ہی تھا۔ میں اپنے اکیلے پن کی وجہ سے تجھے تو گھر نہیں بٹھا سکتی نا۔" وہ اپنے آنسو چھپا کے بولیں تو وہ ان سے لپٹ کے رو پڑی۔ اماں نے جہیز کا نام لیا تو تائی اماں نے ایک کپڑوں کا جوڑا بھی لینے سے انکار کر دیا اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے کپڑوں والا سوٹ کیس یہ کہہ کے چھوڑ گئیں کہ جب یہاں آئے گی تو پہن لے گی۔ مہندی سے ایک دن پہلے پھر اس کا فون آ گیا اور فرمائش بھی وہی تھی۔

"پھر کہاں مل رہی ہو؟" وہ خاموش ہو گئی۔

"بولو نا یار... ورنہ اٹھوا لوں گا۔" اس نے کہا تو

پاکیزہ کا دل دہل گیا اس سوچ پہ۔
"کیا بولوں؟"
"کہاں مل رہی ہو۔"
"شادی میں صرف دو دن ہیں۔ ماں اجازت نہیں دیں گی باہر نکلنے کی۔" اس نے بہانہ بنایا۔
"میری خاطر کیا اتنا نہیں کر سکتی ہو؟"
"اچھا میں کوشش کرتی ہوں۔ لیکن طارق میں پرامس نہیں کر رہی۔"
"گڈ گرل۔" اسے یقین نہ آیا۔ لیکن اماں کا بی پی ہائی ہونے کی وجہ سے اجازت کے باوجود نہ نکل پائی۔ دل بہت ڈرا ہوا تھا کہ وہ اس سے اس بات پہ ضرور حساب لے گا۔ اس کی انا پہ ضرب بھی پڑی ہوگی۔ ان ہی خدشات کے ساتھ وہ دلہن بن کے اس کے کمرے تک آ گئی۔ اسما کے جانے کے بعد دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اس کا انتظار کرنے لگی۔ گھڑیال کی ٹک ٹک سے وقت کے گزرنے کا احساس ہو رہا تھا۔ بیٹھے بیٹھے پاکیزہ کی کمر دکھنے لگی۔ اذان کی آواز سنی تو اسے مجبوراً اٹھنا پڑا کہ نماز کا وقت ہو چلا تھا۔ جائے نماز کو تہ کر کے اٹھی تو وہ روایتی دولہا بنا کمرے میں داخل ہوا پاکیزہ کی جان نکل گئی، لیکن روپ بدل چکی تھی۔
"یہ کیا۔۔۔ پاکیزہ پہ نظر پڑتے ہی اس کا میٹر گھوم گیا۔ طارق سومرو کو اس کی خود سری اپنے کمرے میں تو بالکل بھی قبول نہیں تھی۔ دھاڑتے ہوئے اس کی طرف مڑا اور اس کا چہرہ سختی سے اپنے ہاتھوں میں پکڑ کے کہا۔
"کس بات کا غرور ہے تمہیں۔ میرا انتظار نہیں کر سکتی تھیں۔" وہ اسے جھٹکا دیتے ہوئے بولا۔
"طارق۔۔۔ وہ۔۔۔ نن۔۔۔ نماز کا وقت ہو گیا تھا۔"
کانپتی آواز میں بمشکل بات کی۔
"ایک دن اگر نماز چھٹ جاتی تو جہنم میں نہیں چلے جانا تھا تم نے۔" جس نے خود بھی منہ قبلہ کی طرف نہ موڑا ہو اسے سجدے کی اہمیت کا کیا اندازہ ہو سکتا تھا۔
"چار بج گئے تھے۔" اس کا کہنا غضب ہو گیا۔
"جانتا ہوں کہ تم کتنی انا پرست ہو۔ اپنی ذات کا زعم لے ڈوبے گا تمہیں، یاد رکھنا۔" وہ پوری قوت سے دھاڑا، یہ سوچے بنا کہ اس کی آواز کمرے کی دیواروں کو توڑتی ہوئی کہاں تک جا رہی ہے۔
"میڈم تو بڑی اصولی ہیں۔ گویا چار بجے کے بعد دلہن کا روپ ختم ہو جاتا ہے۔ مجھے نہیں پتا تھا اس اصول کا۔" اس نے طنزاً کہا اور راستے میں پڑی میز کو ٹھوکر مارتے ہوئے گرنے کے انداز میں بیڈ پہ بیٹھا۔
"سوری۔۔۔" وہ ہمت کر کے اس کے قریب آئی کہ اسے اپنی زندگی کی مشکلات کا اندازہ ہو ہی چلا تھا۔
"بہت دیر ہو گئی تھی تو میں سمجھی کہ۔۔۔"
"چار ہی بجے تھے نا کوئی چار سال تو نہیں گزر گئے تھے کہ تمہیں جلدی پڑی تھی۔۔۔ تم نے صرف مجھے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تم کوئی عام چیز نہیں ہو۔۔۔ بڑی خاص لڑکی ہو۔۔۔ بات تین یا چار کی نہیں بلکہ تمہاری انا پرستی کی تھی۔ اسی لیے تم نے میرا انتظار کرنے کی زحمت نہیں کی۔" اس کے لہجے سے آگ نکل رہی تھی۔ وہ بے بسی سے لبوں کو کاٹے جا رہی تھی اور غزال آنکھیں بہے جا رہی تھیں۔
"سوری۔۔۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔
"وہ غلطی میری ہے۔ معافی تو مجھے مانگنی چاہیے۔" وہ طنزاً بولا تو اس نے سر جھکا لیا۔
طارق سومرو کو یہ دکھ کھائے جا رہا تھا کہ جس روپ کو دیکھنے کا متمنی تھا اسے اس کے سوا سب نے دیکھا تھا۔ صرف وہی محروم رہا۔ اسے یہ ہار منظور نہ تھی کہ عورت کبھی بھی اس کی کمزوری نہ رہی تھی۔ وہ تو شکار کا شوقین تھا۔ گھڑ ریس کا فاتح تھا۔ اس کا شوق مہنگی مہنگی جدید ماڈل کی اسپورٹس کار تھیں۔ شادی تو اس نے اس لیے کر لی تھی کہ سب کہتے تھے یہ بھی ایک کام ہے کرنے والا۔۔۔ پاکیزہ نے قدم قدم پہ اسے چیلنج کیا تھا۔ لیکن اسے وہ منہ زور لڑکی اس لیے بھی گھلا رہی تھی کہ حسن وقتی طور پہ ہی سہی اسے بہلا تو دیتا تھا مگر وہ اسے ہرانے پہ تلی تھی۔ ملنے کا کہا تو انکار کر دیا۔ سب کچھ بھول کے اس کی جانب بڑھنا چاہا تو محروم کر ڈالا۔ کیا اتنا کافی نہیں تھا اس کے ساتھ اعلان جنگ کے لیے وہ سر

جھکائے تابعداربن کے کھڑی تھی کہ بادشاہ وقت کا اگلا حکم کیا آتا ہے۔ وہ جان گئی تھی کہ اسے سر جھکانا اور صرف جھکنا ہے۔ ورنہ اس شخص سے کوئی بعید نہ تھا کہ انگلی پکڑ کے اسے اسی وقت کمرے سے نکال دیتا۔

"کیا باقی کا وقت یوں ہی گزارنا ہے اب آجاؤ یا پاؤں پڑوں۔" گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے اس کے لہجے میں ذرا سی نرمی آئی تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس کے سامنے بیڈ پہ آکے بیٹھی تو طارق سومرو نے شان بے نیازی سے سگریٹ نکال کے سلگایا۔ وہ جو سگریٹ کی بو سے دس میل دور بھاگتی تھی جبر کرکے بیٹھی رہی مگر جب اس نے دھوئیں کے مرغولے اس کے چہرے پہ چھوڑے تو اس کا ضبط جواب دے گیا وہ ناگواری سے منہ بنا کے پیچھے ہٹی۔

"اوہو... تو تمہیں طارق سومرو سے ناگواری محسوس ہو رہی ہے۔" حد درجہ تعجب سے کہا اور بازو سے پکڑ کے بیڈ پہ کھینچا۔ "مجھ سے ناگواری جس کے قرب کو لڑکیاں ترستی ہیں۔"

"آپ سے نہیں اس سگریٹ کے دھوئیں سے الجھن ہو رہی ہے۔" اس کی آنکھوں میں پانی آگیا۔

"آنکھوں میں لگ رہا ہے۔" وہ بری طرح آنکھوں کو رگڑنے لگی۔

"یہ لو بھئی پاکیزہ ڈیئر... تم تو بڑی خوش قسمت نکلیں کہ طارق سومرو نے اپنے مزاج کے خلاف تمہاری فرمائش پر اپنی سگریٹ بجھادی۔" اس نے گویا احسان عظیم کیا تھا۔

"تھینک یو..." وہ جبراً ایک ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے بولی۔

"یہ رہا تمہارا منہ دکھائی کا تحفہ... جیسا منہ ویسا تحفہ... اب جس ماسیوں والے حلیے میں میرے سامنے آئی ہو تو میں نے بھی ایسے ہی رسم نبھانی ہے نا... ہاں اگر اس وقت میرے سامنے تم سرخ لباس میں دہکتے وجود کے ساتھ گھونگٹ نکالے بیٹھی ہوتیں۔ میں لاکھ اکھڑ سہی مگر لوٹ جاتا تو تحفہ بھی بھرپور محبت سے پہناتا جس کی خواہش بھی تھی مگر..." اس نے اپنی بات مکمل کرنے سے پہلے ویلوٹ کا ڈبا اس کے سامنے پھینکتے ہوئے احسان جتلایا۔ اسے کب توقع تھی کہ وہ یہ رسم بھی نبھائے گا۔ زیرلب شکریہ کہہ کے تحفہ قبول کیا۔

"بس ایک بات یاد رکھنا پاکیزہ کہ مجھ سے پنگا نہ لینا... تمہیں یہاں صرف مجھے خوش کرنے کے لیے لایا گیا ہے اب ساری دنیا کو بھول جاؤ... میری اماں اپنی ماں۔ سہیلیاں رشتے دار سب ختم... صرف اور صرف میری ذات..." اسے قریب کرتے ہوئے اپنے ساتھ رہنے کے اصول بتانے لگا تو اسے لگا کہ اس کی سانسیں سینے میں ہی گھٹنے لگی ہیں۔ وہ اپنی ماں کو کیسے چھوڑ سکتی تھی۔

اگلے دن ولیمہ تھا۔ سارے انتظامات انتہائی شاندار تھے۔ شہر کی سب سے مہنگی اور ماہر بیوٹیشن نے اپنے ہاتھوں سے اسے تیار کرکے حسن کا شاہکار بنا دیا تھا۔ ہر کوئی طارق سومرو کی پسند کو سراہ رہا تھا۔ اسما اس کے ساتھ بیٹھی ہنسی مذاق میں لگی تھی اسی کے ذریعے پتا چلا کہ رات تائی اماں کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لیے انہیں اسپتال لے جایا گیا تھا اب بھی وہ ایڈمٹ تھیں مگر طارق سومرو کے نزدیک رشتوں کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا تھا کہ اس کی اماں اسپتال میں تھیں اور ولیمہ کینسل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ماں بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کی بے چین نگاہیں ہر طرف انہیں ڈھونڈ رہی تھیں مگر ناکامی ہوئی۔ طارق سومرو اس کے ساتھ آکے بیٹھا تو دل کی دھڑکنیں بے قابو ہونے لگیں۔ پسندیدگی اس کی نگاہوں سے عیاں تھی۔ رات کمرے میں آئی تو مصمم ارادہ کر لیا کہ اب اسے ناراض ہونے کا موقع نہیں دے گی۔ لیکن وہ بھی انا پرست جاگیردار کا بیٹا تھا جسے اپنی مردانگی کا وقار عزیز تھا۔ اپنی انا کا علم بلند ہی رکھا اور صبح پانچ بجے کمرے میں آیا۔ پاکیزہ کا دل جو بار بار چاہ رہا تھا کہ اٹھ کے نماز پڑھ لے مگر اس نے اس سے لڑنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اتنی انا پرستی... اتنا زعم... اوہ خدایا... سردرد سے پھٹا جا رہا تھا۔ مگر ضبط کا بھی امتحان

تھا سو دل پہ جبر کیے بیٹھی رہی۔

"واہ آج تو ہماری بیگم بالکل فریش دکھائی دے رہی ہیں۔" کڑوے تیل میں بھگو کے تیر پھینکا۔ پاکیزہ کو اس کا انداز رلا رلا گیا۔

"ویسے پاکیزہ بی بی۔۔۔ اگر ملاقات کا شرف بخش دیتیں تو شاید مجھے سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو جاتی۔ آپ اپنی لاپروائیوں سے بچ جاتیں۔"

"جی۔۔۔" اس نے سر جھکا کے اپنے اس گناہ کو تسلیم کیا۔ اس کا روپ نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا سو طارق سومرو آج اسے اگنور نہ کر سکا۔ دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما تو پہلی دفعہ پاکیزہ کو اس کا وجود مہربان لگا۔

☼ ☼ ☼

شادی سے ایک ہفتے بعد جب وہ ایک دن کے لیے اماں کی طرف رہنے آئی تو اسے لگا کہ اسے قید سے رہائی ملی ہو۔ ماں بار بار پوچھتیں کہ وہ طارق سومرو کے ساتھ خوش تو ہے تو وہ ہاں کر سکی اور نہ کہہ کے ماں کا دل توڑ سکی۔ بس مسکرا دیتی۔ بھابھی اس سے ملنے آئیں تو وہ کتنی دیر ان سے لگی روتی رہی کہ وہ جانتی تھی کہ بھابھی اگر چپ تھیں تو اس لیے کہ اس شخص اور اس کے خاندان سے اچھی طرح واقف تھیں۔ ورنہ ان کی قطعاً خواہش نہ تھی کہ ان کے شوہر کے تاتلوں کے گھر ان کی بہن جیسی نند بیاہ کے جائے۔ مگر وہ ماں سے سب حالات سن چکی تھیں۔ ارسلان اب چار سال کا ہو چکا تھا اور پھپھو سے مانوس بھی بہت تھا۔ سارا وقت اس کی گود میں گھسا رہا۔

"ماں نبیہ کا فون دو تین دفعہ آ چکا ہے اگر آپ اجازت دیں تو مل آؤں۔" بھابھی کے جانے کے بعد پوچھا تو انہوں نے بغیر کسی اعتراض کے اسے جانے دیا وہ جانتی تھیں کہ نبیہ اس کی بچپن کی سہیلی ہے۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ باتوں میں اسے طارق سومرو کی موبائل کالز کا پتہ ہی نہ چلا۔ ماں خود ہانپتی کانپتی اس کو بلانے آئیں کہ طارق سومرو اس سے ملنے آیا ہوا ہے۔ اس کی تو جان ہی نکل گئی۔ اسے اپنے گناہوں میں اضافہ ہوتا نظر آیا اور وہ جانتی تھی کہ اس کی سزا بھی کچھ کم نہ ہو گی۔ اب تو اسے ہر بات ہی اپنا گناہ لگتی تھی۔ واپس آئی تو وہ جا چکا تھا۔ پہاڑ جتنی ہمت کر کے اس کا نمبر ملایا۔ کافی دیر بعد ریسیو کیا حالانکہ موبائل ہر وقت اس کے ہاتھ میں رہتا تھا۔

"طارق میں پاکیزہ بول رہی ہوں۔"

"کہاں تھیں تم۔۔۔" کرخت آواز سے غصہ صاف ظاہر تھا۔

"وہ۔۔۔ مم۔۔۔ میں اپنی دوست۔۔۔" اس کی آواز گلے ہی میں پھنس گئی۔

"کس کی اجازت سے۔۔۔" گرجدار آواز پہ اس کا رہا سہا حوصلہ بھی ٹوٹ گیا۔

"وہ ماں سے۔۔۔"

"اب تم ماں کی نہیں میری بیوی ہو اور تم پہ میرا اختیار ہے۔" وہ بدلحاظی سے چیخا۔ "تیار رہو میں لینے آ رہا ہوں۔" اگلا حکم صادر ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ معافی تلافی کرتی فون ڈس کنکٹ ہو گیا۔

"اے میرے اللہ۔۔۔ ہر بار مجھ سے ایسا کیوں ہو جاتا ہے کہ اسے ناراض کر دیتی ہوں۔" وہ رو دینے والی ہو رہی تھی۔ ہمت کر کے اٹھی تاکہ ماں کو بتا سکے کہ وہ جا رہی ہے۔ ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ گیٹ پہ ہارن بجنے لگا۔

"ارے یہ کیا تم نے تو رات گزارنی تھی۔ میں بات کرتی ہوں طارق سے۔۔۔" وہ پاکیزہ کے روکنے کے باوجود باہر نکلیں تو وہ بھاگ کے ان کے پیچھے لپکی۔

"بیٹھو گاڑی میں۔" ماں کو نہ سلام دعا کی اور نہ کوئی لحاظ کیا۔

"آؤ بیٹا کچھ دیر بیٹھو تو سہی۔۔۔" اس کے تیور دیکھ کے ماں نے محبت بھرا لہجہ اپنایا جس کا اس نے قطعاً کوئی بھرم نہ رکھا۔

"جی نہیں شکریہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ چلو تم نے اگر جانا ہے تو۔۔۔" کلف دار کرتے کی مانند لہجہ بھی اکڑا ہوا تھا۔

"جی۔۔۔" مڑ کے ماں کے گلے لگی اور جلدی سے

گاڑی میں بیٹھ گئی کہ وہ اس کی آنکھوں میں تیرتی نمی کی گواہ نہ بن جائیں۔

اس نے ماں کو اللہ حافظ کہنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔ توہین کا شدید احساس اس کے وجود کو اندر تک جھلسا رہا تھا۔ لیکن اچھا ہی ہے ماں کو سب پتا چل جائے کہ یہ انداز بھلا کب تک چھپ سکتے تھے۔

سارے راستے وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ ماں نے اسے جھٹ فون ملایا۔ ابھی اس نے ہیلو ہی کیا تھا کہ اس نے موبائل اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور سننے لگا۔

"پاکیزہ اداس نہ ہونا۔۔۔ دراصل اسے تیری لاپروائی بری لگی ہے۔ تو میرے لیے پریشان نہ ہونا میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بیٹیوں کی ماؤں کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں۔ بس تو نے اپنا گھر رکھنا ہے۔ مرد کی ذات کو سمجھنا ہو تو اپنی ہستی کو مٹانا پڑتا ہے۔ اپنے شوہر کے رنگ میں رنگ جاؤ۔ شروع شروع میں ایسا ہوجاتا ہے۔ جب ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھ جاؤ گے تو زندگی سہل ہوجائے گی۔ کچھ وقت تو لگتا ہے بیٹا۔" وہ بولے جارہی تھیں یہ جانے بغیر کہ کون سن رہا ہے اور پاکیزہ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا کہ نجانے ماں کیا کہہ رہی تھیں۔ اس نے موبائل اس کی گود میں پھینکا تو اس نے جلدی سے موبائل کان سے لگالیا۔

"تو میری باتیں سن رہی ہے نا۔" انہوں نے تصدیق چاہی تو اس نے جھٹ جواب دیا۔

"جی سن رہی ہوں۔"

"شاباش میری بچی۔ بس اپنے شوہر کو خوش رکھنا۔"

"ٹھیک ہے ماں۔"

"جیتی رہو۔" انہوں نے الوداعی جملہ بول کے فون بند کیا وہ حوصلہ کرتی اسے سوری کہنے لگی۔ وہ چپ رہا۔ گاڑی پورچ میں روکی اور اتر کے شاہانہ انداز میں چابی ملازم کی جانب پھینکی جو اس نے کیچ کی۔ تائی اماں مسہری پہ بیٹھی تھیں اور ملازمہ ان کی ٹانگیں دبا رہی تھی۔

"السلام علیکم اماں۔۔۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ پاکیزہ نے بھی آگے بڑھ کے جھک کے سلام کیا تو انہوں نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"اماں ایک بات اسے بتا دیجیے گا کہ آئندہ میری اجازت کے بغیر یہ کہیں نہیں جائے گی۔" اس نے پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں چڑھاتے ہوئے کہا تو وہ حیرت سے بولیں۔

"لو تو یہ بات اب میں بتاؤں گی کیا اسے؟"

"اسے نہیں پتا اس بات کا اماں۔۔۔ میں جب اس کی طرف گیا تو محترمہ سہیلی کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ میں نے غصہ کیا تو اس کی ماں درمیان میں آگئیں۔ بجائے اس کے کہ سمجھاتیں اس کی طرف داری کرنے لگیں۔" وہ انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لے رہا تھا۔

"لڑکی کیوں گئی تو اپنے شوہر کے حکم کے بغیر سہیلی کی جانب۔۔۔ ہو تو اب شادی شدہ عورت ہے یہ نٹ کھٹ لڑکیوں والے چونچلے چھوڑنے ہوں گے۔۔۔ اور تیری ماں کو کیا ضرورت تھی بولنے کی' میاں بیوی کے معاملات میں؟" وہ مالکن تھیں اور مکمل ساس بھی۔۔۔ وہ اس دوران اٹھ کے کمرے میں چلا گیا۔

"تائی اماں غلطی ہوگئی۔۔۔ معاف کردیں۔" اس نے سر جھکا کے معافی مانگی۔

"معافی جا کے اس سے مانگ جس کا دماغ گھوم جائے تو کسی کا نہیں رہتا تو کیا ہے۔"

انہوں نے کہا تو وہ کمرے میں آگئی۔

وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا ریموٹ پکڑے چینل پہ چینل بدلے جارہا تھا وہ آگے بڑھی اس کے ہاتھ سے ریموٹ لے کے ٹی وی آف کردیا اور اس کے پہلو میں بیٹھ کر سر اس کے کندھے پہ ٹکا دیا۔

اس نے حیرت سے اس جرات کا مظاہرہ دیکھا۔ لیکن یہ یقین پاکیزہ کو تھا کہ وہ اسے جھٹلائے گا نہیں۔ ہر جرم' ہر گناہ اپنی جگہ۔ لیکن دوسری طرف ایک خوبصورت عورت تھی جس کے لیے اس نے خود خواہش کی تھی۔ وہ خاموش رہا۔

"میرے ایک سوال کا جواب دیں طارق کہ کیا میں صرف آپ کی ضد ہوں۔" سوال بھی کافی جرات مندی سے پوچھا گیا تھا۔ وہ جواب دیے بنا ایزی چیئر پہ جا بیٹھا۔ پاکیزہ نے ڈرتے ڈرتے نگاہیں اٹھائیں اس کے چہرے پہ اپنے سوال کا جواب پڑھنا چاہا مگر وہ کوئی جواب اخذ نہ کرپائی۔

"نہیں ضد نہیں تھی۔۔۔ اچھی لگی تھیں مجھے تم جب پھپھو کے گھر دیکھا تھا۔ لیکن تم نے ہر موقعے پر مجھے چیلنج کیا۔ پھولوں بھری راہ کے قدم قدم پہ کانٹے بچھائے۔ میں نے محبت کا اظہار کرنے کے لیے گفٹ دینا چاہا تب تم نے انکار کیا۔۔۔ میں نے مل کے تمہیں اپنی عادات کا بتانا چاہا۔ تب تم نے میرے ساتھ مقابلہ کیا۔ شادی کی رات میں نے سارے گلے شکوے ختم کر کے تمہیں دیکھنے کی تمنا کی تب تم نے مایوس کیا۔ آج میں تمہاری طرف بڑھا تو تم نے کھیلی کی کمپنی کو مجھ پہ ترجیح دی۔۔۔ میں اتنے موقعے دینے کا عادی نہیں ہوں مگر تمہیں میں نے بار بار دیے۔۔۔ لیکن ہر بار مجھے۔۔۔" وہ رکا۔

"طارق۔۔۔ میری بات تو سنیں۔"

"صرف میری سنو۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کے اسے بولنے سے روک دیا۔

"میں طارق سومرو ہوں جس کی تم بیوی ہو اور مجھ سے مقابلہ کرنے کی سکت تو بڑے بڑے سورماؤں میں نہیں ہے۔ تم تو ایک چیونٹی کے برابر بھی اوقات نہیں رکھتیں۔ چاہوں تو ایک چٹکی میں مسل دوں۔ میرے ضبط کو مت آزماؤ۔۔۔" وہ بولتے ہوئے رشتے کا احترام بھی بھول گیا۔

"اور رہی بات ضد کی تو وہ شادی کے تین بولوں تک تھی۔ اس کے بعد کیا ضد۔۔۔ اب تم نے ایک تابعدار بیوی بن کے رہنا ہے جو ایک مرد کی معاشرتی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس معاشرے کو جواب نہ دینا ہوتا تو پھر مجھے کیا ضرورت تھی کہ خود کو پابند زنجیر کرتا۔۔۔ میری باقی ضرورتیں روز ہی پوری ہو جاتی ہیں۔ خوبصورت سے خوبصورت لڑکی چند ٹکوں کے عوض پوری کی پوری جھولی میں آگرتی ہے۔" اس نے انتہائی حقارت سے عورت کی تذلیل کی جو اس سے برداشت نہ ہوئی وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی۔

"ہر عورت بکاؤ نہیں ہوتی سائیں۔۔۔" وہ بھڑک ہی تو اٹھا۔

"ہوتی ہے۔۔۔ ہر عورت بکاؤ ہوتی ہے۔ کبھی دولت کبھی نفس کی غلام اور کبھی۔۔۔" اس سے آگے سنا ہی نہ گیا۔ اس کا بے رحمانہ اور سفاکانہ تبصرہ اسے کند چھری سے کاٹ رہا تھا۔

"جی۔۔۔"

"سوچا تھا کہ تم میرے ہی خاندان کا خون ہو۔ عزت سے ہی زندگی گزاری ہوگی۔ سو بیاہ لایا۔ بیوی ہو۔۔۔ بچوں کی ماں بھی تم ہی ہوگی۔۔۔ اس لیے فرماں بردار بن کے رہنا۔ مجھے بیویاں بدلنے کا شوق نہیں ہے۔ اپنی ہی زندگی سہل ہوگی۔" اب کے اس نے سر جھکا لیا کہ اگر ذرا سی بھی وضاحت دیتی تو یقیناً" یہ اس کا جرم ٹھہرتا۔ اسے ہارنا تو تھا ہی۔۔۔ تابعدار بننا ہی تھا۔

"یہ جو ٹی وی پہ آکے بن ٹھن کے عورتوں کے حقوق کی علمبردار بنی پھرتی ہیں نا۔۔۔ تم جیسیوں کا دماغ خراب کرنے کے لیے۔ سب ناکام عورتیں ہوتی ہیں۔ الٹرا ماڈرن۔۔۔ سب ناکام زندگی گزار رہی ہوتی ہیں۔ یہ اپنی ناکام زندگی کا زہر تم جیسی پاگلوں کے دماغ میں عورتوں کے حقوق کے نام پہ انڈیلتی ہیں کسی کو شوہر نے چھوڑا ہوتا ہے اور کوئی شوہر چھوڑ کے بیٹھی ہوتی ہے۔ عورت کا اصل مقام اس کا گھر شوہر اور بچے ہوتے ہیں۔ اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔" وہ نصیحت کرتے ہوئے بولا۔

"آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

جب مقدر میں ہی ہارنا لکھا گیا تھا تو اقرار کرنے میں کیا حرج تھا۔ اس نے سر جھکا کے اپنا وقار اپنی انا اپنا غرور سب طارق سومرو کے قدموں کی نذر کر دیا۔ وہ اس کی باندی تھی۔

پھر سب نے دیکھا کہ پاکیزہ نے نیا جنم لیا۔ وہ طارق سومرو کے رنگ میں رنگ گئی۔ ہر ایک کو سوائے طارق

سومرو کے اس سے شکوے تھے۔ اس نے ماں کی ایک ہی بات گرہ سے باندھ لی تھی کہ سدا رانجھا راضی رکھنا اور اس کا رانجھا اس سے راضی تھا۔ وہ تو طارق سومرو کی سانسوں کی رفتار سے بھی واقف ہو چکی تھی۔

شادی کے تین سالوں میں اللہ تعالیٰ نے اُسے دانیہ، جہانگیر اور شاہ جہاں سے نوازا۔۔۔ یہ نام خود طارق سومرو نے رکھے اور اس لیے رکھے کہ اس کے بچے راج کرنے کے لیے دنیا میں آئے ہیں۔ وہ شہزادے شہزادیاں۔۔۔ اپنے باپ دادا سے کئی گنا بڑھ کے تھے۔ باپ تو شراب و شباب کا دیوانہ تھا ہی بیٹے نئے دور کے شہزادے تھے۔۔۔ باقاعدہ لڑکیاں آتیں۔۔۔ ڈانس پارٹیاں ہوتی تھیں۔۔۔ رات ویران سڑکوں پہ ون ویلنگ ہوتی۔۔۔ مہنگی گاڑیاں جہاز کی طرح اڑاتے باپ کی شہ تھی کہ زندگی صرف انجوائے کرنے کے لیے ہے۔ پاکیزہ ماں تھی اگر ٹوکتی تو طارق سومرو دقیانوسی عورت کہہ کے سب کے ہنسنے کا گویا سامان کر دیتا۔

وہ یہ بھی سہہ لیتی مگر بیٹی کے رنگ ڈھنگ بھی عجیب ہی تھے۔۔۔ وہ بھی باپ بھائیوں سے کم نہ تھی۔ لیکن باپ کو کوئی پریشانی نہ تھی۔ وہ اپنی زندگی جی رہا تھا۔۔۔ لیکن پاکیزہ کو یہ منظور نہ تھا وہ چیخ اٹھی۔

"نہیں طارق یہ ظلم ہے میں اپنی بیٹی کو گہری کھائی میں گرتے نہیں دیکھ سکتی۔ میں لڑوں گی آپ سے۔۔۔" پاکیزہ نے اعلان جنگ کر کے گویا اپنے لیے زندگی اذیت ناک کر لی تھی۔ باپ تو باپ بیٹی بھی ماں کے خلاف ہو گئی۔

"تم ایک متوسط طبقے کی جاہل عورت تم کیا جانو کہ تربیت کیسے کی جاتی ہے۔"

"بابا سائیں اماں ہمیشہ مجھے ٹوکتی ہیں۔۔۔ میرا سارا اعتماد تباہ ہوتا جا رہا ہے۔" دانیہ نے بھی مداخلت کی۔

"دانیہ۔۔۔"

"بابا سائیں میں جانتی ہوں کہ اماں کو یہ پٹیاں کون پڑھاتا ہے۔۔۔" دانیہ نے کہا تو طارق سومرو اور پاکیزہ نے ایک ساتھ اس کی جانب دیکھا۔

"کون۔۔۔؟"

"بابا سائیں۔۔۔ وہ نہیں ہے اماں کے بھائی کا بیٹا ارسلان۔۔۔ وہی رپورٹیں پہنچاتا ہے۔" اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے۔

"کیا بکواس ہے یہ پاکیزہ۔" طارق سومرو غصے سے اس کی طرف مڑے۔

"وہ کون ہوتا ہے میری یعنی طارق سومرو کی بیٹی کی باتیں کرنے والا۔"

"طارق خدا کا واسطہ ہے آنکھیں کھلی رکھیں۔" پاکیزہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تو طارق سومرو کا تو پارہ ہی چڑھ گیا۔

"تم ہو کیا اور کیا اوقات ہے تمہاری۔۔۔ جھونپڑی سے محل میں آ کے اپنی اوقات ہی بھول گئی ہو۔ میرے بچی کو اس ذلیل کے ذریعے ہراساں کر رہی ہو۔ وہ دو ٹکے کا لڑکا جس سے زیادہ عزت میرے جوتے سیدھے کرنے والے ملازم کی ہے۔" انتہائی نفرت سے کہا تو وہ بنا کسی مروت کے بولی۔

"اسی دو ٹکے کے لڑکے کے باپ کی بہن آپ کی عزت ہے۔۔۔ کیوں لائے تھے مجھے اگر اتنی گھٹیا نسل سے میرا تعلق تھا تو۔۔۔"

"غلطی ہو گئی تھی مجھ سے۔۔۔"

"تو اب طلاق دے دیں۔۔۔ کریں اپنے گناہ کا ازالہ۔۔۔"

"پاکیزہ بی بی یہ ہے تمہاری اوقات اور رہی بات طلاق کی۔۔۔ تو میں تمہیں مرتے دم تک نہیں دوں گا۔۔۔ ہاں سزا تمہیں ضرور ملے گی۔" طارق سومرو نے اسے بازو سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا تہ خانے میں لے گیا۔۔۔ ظلم پہ ظلم کہ اس کے پاؤں میں زنجیریں بھی ڈال دیں۔

"اب تمہیں موت ہی اس سے آزادی دلا سکتی ہے۔" حقارت سے کہہ کے وہ رکے بنا وہاں سے نکل گیا اور وہ اسے جاتا دیکھتی رہی۔

وہ جواب یہ اقرار کرتا تھا کہ کوئی کسی کے رنگ میں یوں بھی ڈھلتا ہے جیسے تم ڈھلی ہو۔ وہ اس کے لبوں سے اقرار سنتی تو چہرے پہ اداسی ٹھہر جاتی۔۔۔ کسی کو

خوش کرنے کے لیے کسی کی ساری زندگی رائیگاں ہوجائے تو کیسا لگتا ہے۔ آج اس کی وفاؤں کے صلہ میں یہ زنجیریں ملی تھیں۔ اس کی زندگی کو طارق سومرو نے اس سے زیادہ برباتھا۔ کتنے دن گزر گئے مگر کوئی اس کا پتا کرنے نہ آیا طارق سومرو کی تو اس سے جنگ تھی اس کے بچوں نے بھی اس کی طرف پلٹ کے نہ دیکھا۔

٭ ٭ ٭

نجانے ماں میرے بارے میں کیا سوچتی ہوں گی۔ پہلے بھی تو مہینوں ان سے ملاقات نہیں ہوتی تھی۔ لیکن فون پہ تو رابطہ ہوجاتا تھا۔ لیکن یہ سکون تھا کہ اب بھابھی اور ارسلان ماں کے ساتھ رہنے لگے تھے۔ اس اسیری میں تنہائی ملی تو خود کو سوچتی کہ وہ کیا تھی اور کیا ہوگئی۔ وہ جو پڑھنے کی دیوانی تھی کتابیں اٹھانا بھول گئی۔ وہ جو بہت سوچ کے اپنے لیے کپڑوں کے رنگ کا انتخاب کرتی تھی اسے پہننے اوڑھنے کا سلیقہ ہی بھول گیا۔ دوستوں کے تو نام ہی بھول گئی تھی۔ ماں بھابھی اور ارسلان کی سالگرہ تک بھول جاتی تھی اور ویسے بھی بھابھی اور ارسلان سے تو طارق سومرو کو خدا واسطے کا بیر تھا۔ بھیا کی موت کا ذمہ دار کون تھا وہ بخوبی جانتا تھا اسی لیے بھابھی اور ارسلان کو نظرانداز کرتا تھا۔

پاکیزہ کو اگر کچھ یاد تھا تو صرف یہ کہ وہ ایک بے نشاں مٹی کا ذرہ ہے جس کی اوقات کچھ بھی نہیں۔۔۔ نامکمل ہستی۔۔۔ نامکمل ذات جس کا اصل کہیں مٹی میں ہی رل گیا تھا۔ صرف ایک ہی تسبیح دن رات کرتی تھی کہ میرا حاکم۔۔۔ طارق سومرو ہے۔ میں اسی کی غلام ہوں۔ تابعدار ہوں۔ کبھی کبھی اس سے یہ سوال پوچھنے کو بھی دل چاہتا ہے کہ طارق سومرو کیا تم بھی اچھے ہو۔ اگر تم مبالغہ آرائی سے کام نہ لو سچ بتاؤ۔۔۔ کاش میں کہہ پاؤں۔۔۔ وہ بہت برا ہے اس نے مجھے مجھ سے چھینا۔۔۔ اس نے ایک کمزور ہستی کو رعایا بنایا۔۔۔ اس نے پاکیزہ نام کی ایک لڑکی کو زندہ دفن کیا۔ جس کی سوچوں کی اڑان کھلے آسمانوں میں تھی جو زندگی کے سارے رنگوں کو برتنے کے سلیقے سے آشنا تھی جو علم کے نور سے خود کو جگمگانا چاہتی تھی۔ وہ خوشبوؤں اور جگنوؤں کے پیچھے بھاگنے والی پاکیزہ نجانے کہاں تھی۔۔۔ بس ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ جو زندہ ہونے کی ساری ضرورتیں پوری کررہا تھا اور اب ان زنجیروں میں موت کے لیے دعا گو تھا۔ زندگی کو سکون اولاد کا بھی نہ ملا۔۔۔ کاش کہ وہی نیک ہوتی دل کو یہ تسلی تو رہتی کہ زندگی نے کچھ تو اسے دیا ہے۔ کوئی خواہش تو پوری ہوئی۔ اے اللہ کیا میں شکوہ کرنے کا حق رکھتی ہوں۔۔۔ کیا کچھ لوگوں کے مقدر میں عمر کھانے کے منتظر ہی رہیں گے کہ وہ کھل کے سانسیں تو لے سکیں وہ ان ہی سوچوں میں گم تھی کہ نظر طارق سومرو پہ پڑی۔ وہ سامنے کھڑا تھا نظروں میں عجیب سا تمسخر تھا۔

"کچھ دماغ عرش سے نیچے آیا۔۔۔" وہ خاموش رہی۔

"رسی جل گئی مگر بل نہ گیا۔" اس نے سر جھٹکایا۔

"نہیں طارق سومرو۔۔۔ اب تو میں جل بھی گئی ہوں اور بل بھی نکل گئے ہیں۔ میں نے ہار مان لی ہے۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیے۔

"اب آئی ہو نا اپنی اوقات پہ" اس نے مسکراتے ہوئے اس کی زنجیریں کھول دیں۔

اس کے بعد اس نے اس گھر کے کسی بھی فرد کے معاملے میں بولنا چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس نے وانیہ کے معاملات میں بھی مداخلت چھوڑ دی۔

طارق سومرو کی شہ پہ دونوں بھائی ڈگریاں خریدنے کے کاروبار سے بھی واقف ہوگئے تھے۔ نہ جانے کیسے۔۔۔ جہانگیر گریجویٹ ہونے کا دعوے دار ہوگیا تھا۔ طارق سومرو کی واہ واہ عروج پہ تھی۔ مہمانوں کی لائن لگی تھی جو مبارک باد دینے چلے آرہے تھے۔ ماں نے فون کرکے بتایا کہ ارسلان نے پوزیشن لی ہے۔ اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ اس نے اپنے لاڈلے ارسلان کے لیے ڈھیروں دعائیں کر ڈالیں۔ طارق سومرو جہانگیر کی کامیابی کے لیے گرینڈ فنکشن کے

انتظامات یہ بات کر رہا تھا۔

"سائیں اگر اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر کے لیے ارسلان کو مبارک باد دے آؤں۔" اتنا پوچھنا غضب ہو گیا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے... گھر میں سو لوگ آ جا رہے ہیں اور تم اوروں کی خوشیاں بانٹنے چلی جاؤ گی... اولاد کی کامیابی پہ بھی کوئی خوشی ہوئی ہے کہ نہیں... دو چار نمبر کیا زیادہ لے لیے ہیں جیسے پہاڑ گرا دیے ہیں۔" جواباً اس نے چپ میں ہی عافیت جانی۔

☆ ☆ ☆

وانیہ یونیورسٹی باقاعدگی سے جاتی تھی۔ ارسلان اسی یونیورسٹی میں فائنل کا اسٹوڈنٹ تھا اور وانیہ کو اس سے اپنے بابا سائیں کی طرح خدا واسطے کا بیر تھا۔ وانیہ کے انداز پاکیزہ کو زیادہ ڈرانے لگے تھے کچھ بھی تھا وہ بیٹی تھی اس کی... اسے گہرے کنویں میں گرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کئی دفعہ طارق سومرو سے دبے لفظوں میں بات کرنی چاہی مگر وہ قہقہہ لگا کے اس کی بات کو ٹال دیتا۔ خود جب اسے سمجھایا تو ہتھے سے ہی اکھڑ گئی۔ سو اس کے معاملے میں بھی پاکیزہ کو خاموشی اختیار کرنی پڑی۔

ایک دن تو حد ہی ہو گئی... جب وانیہ نے ماں کو یہ احساس دلایا کہ

"اس کی دوستوں کی مائیں اتنی خوبصورت اور فٹ ہیں مگر اماں آپ تو بالکل بھی بابا سائیں کے جوڑ کی نہیں لگتیں... دیکھیں وہ کتنے فٹ کتنے ینگ لگتے ہیں۔" وانیہ نے یہ بات باپ کی موجودگی میں کہی تو طارق سومرو نے بے ساختہ اس پر نگاہ ڈالی۔

"وانیہ تمہاری ماں نے تمام عمر میری باتوں سے اختلاف کرنا ہی تو سیکھا ہے... میری ہر خواہش کے خلاف گئی ہے... میرا خیال رکھا تو مجھے اذیت دینے کی خاطر خود کو اگنور کیا... تاکہ سب اس کو مظلوم جانیں۔ حالانکہ یہ اچھی طرح جانتی ہے کہ مجھے فٹ فاٹ عورتیں پسند ہیں۔" جوان بیٹی کی موجودگی کا لحاظ کیے بنا بے باکانہ تبصرہ کیا تو پاکیزہ کو پسینہ آ گیا۔

پاکیزہ کو اپنی ساری عبادتوں اور ریاضتوں کا یہ صلہ ملا تھا۔ طارق سومرو نے تمام عمر کی محنتوں کے صلے میں اس کے گلے میں ناکامیوں کا طوق ڈال دیا تھا۔

"میں اپنے دوستوں کی بیویوں کو دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں... کیا مین ٹین رکھا ہوا ہے... حالانکہ عمر میں تمہاری ماں سے سب ہی بڑی ہوں گی۔" طارق سومرو نے اپنے دل کی خوب بھڑاس نکالی۔ وہ چپ چاپ سنتی رہی... کہنا تو چاہ رہی تھی کہ طارق سومرو میری ظاہری حالت سے زیادہ میری ذہنی حالت پہ ترس کھاؤ۔ میری روح کی اذیت کو محسوس کرو... یہ خوبصورتی یہ حسن تو ظاہری چیزیں ہیں۔

☆ ☆ ☆

"ماں... ماں..." رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ پاکیزہ گھبرا کے اٹھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ ماں اسے بلا رہی ہیں۔ طارق سومرو گہری نیند میں تھے۔ موبائل اٹھایا تو رات کے تین بج رہے تھے۔ بے قراری سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔ صبح ناشتے کی میز پہ پہلی بات ہی یہ کی اسے ماں سے ملنے جانا ہے۔ جواب حسب عادت ہی ملا۔

"کل چلی جانا... آج دل چاہ رہا ہے کہ دونوں باہر کہیں کھانا کھائیں..." دل تو پتا نہیں چاہ رہا تھا کہ نہیں۔ البتہ اسے کسی بھی کام سے روکنے کا یہی بہانہ ہوتا تھا۔

"شاہ سائیں میرا دل گھبرا رہا ہے مجھے جانے دیں۔" آج وہ بھی ہر حال میں جانا چاہ رہی تھی۔

"بھئی کہا ہے نا کہ کل چلی جانا کوئی قیامت تو نہیں آ جائے گی۔" وہ دھاڑتے ہوئے بولا تو اس نے چپ سادھ لی اور اپنی بات رکھنے کے لیے وہ اسے کھانا کھلانے لے بھی آیا۔ ابھی جا کے بیٹھے تھے کہ موبائل بج اٹھا۔

"ہیلو... کون سی... تم ہو..." پاکیزہ نے پوچھا۔ طارق سومرو نے نظریں اٹھا کے دیکھا جو سادہ سے لباس

میں بھی بہت گریس فل لگ رہی تھی۔

"اچھا... کب..." وہ انتہائی تحمل سے بولی۔

"تدفین کتنے بجے ہے... چار بجے... ٹھیک ہے میں آجاؤں گی... اللہ حافظ۔" موبائل آف کرکے دوبارہ کھانے میں مشغول ہو گئی۔

"آپ سائیں کھانا نہیں کھا رہے..." یکدم اس نے نظریں اٹھا کے پوچھا تو اسے پوچھنا پڑا۔

"کس کا فون تھا۔"

"ارسلان کا..." بڑے سکون سے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہا تھا کس کی وفات ہوئی ہے..." اس نے پھر پوچھا۔

"کیا... تمہاری اماں کی وفات ہو گئی ہے..." طارق سومرو کو جھٹکا لگا۔

"ہاں مگر تدفین چار بجے ہے ابھی تو دو ہی ہوئے ہیں..."

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے... اٹھو..." طارق سومرو نے اسے اٹھانا چاہا۔ مگر وہ بیٹھی رہی۔

"پاکیزہ تم ٹھیک تو ہو... ہوش میں تو ہو... تمہاری اماں کا انتقال ہو گیا ہے۔"

طارق سومرو زبردستی اسے اس کے گھر پہ لے آیا مگر اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا۔ تائی اماں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ اتنی ہی بے حس ہے۔ اسے ماں کا دکھ... نہیں... میں تو خوامخواہ ہی پریشان ہوتی ہوں۔

اس کے بعد سب نے دیکھا کہ وہ اپنی ذات میں گم ہوتی چلی گئی۔ کوئی بلاتا تو یوں چونک جاتی جیسے گہری نیند سے جاگی ہو۔ ویران آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتی رہتی۔ طارق سومرو کو بھی اس کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ وہ اس سے منہ نہ پھیر سکا۔

"پاکیزہ... ناراض ہو مجھ سے..." طارق سومرو نے محبت سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"نہیں..." اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر اتنا چپ چپ رہنا کیوں شروع کر دیا ہے... کوئی بات ہی نہیں کرتی ہو۔" طارق سومرو نے شکوہ کیا۔

"شاہ سائیں مجھے لگتا ہے کہ میں بولنا ہی بھول گئی ہوں۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"اچھا چلو صبح کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھائیں گے... لگتا ہے تم نے چچی جان کی موت کا صدمہ لیا ہے۔" طارق سومرو نے سوچتے ہوئے کہا تو وہ افسردگی سے مسکرا دی۔ ہر ڈاکٹر کو دکھایا گیا مگر جب انسان اندر سے ہی ہمت چھوڑ دے تو کوئی ڈاکٹر بھلا کیا علاج کر سکتا ہے اور وہ اندر سے ٹوٹ چکی تھی۔ یہاں تک کہ وہ طارق سومرو کے فرائض سے بھی غافل ہو گئی۔

اسی لیے طارق سومرو کو ایک نئی ہم سفر کی ضرورت پڑنے لگی جو اس سے قدم سے قدم ملا کے چلتی اور اس نے فیصلہ بھی کر لیا اسے زندگی کے یہ پھیکے رنگ قبول نہیں تھے۔ اب عمر کا وہ حصہ آرہا تھا کہ جہاں جوانی ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ باقی عیاشیاں کم ہو رہی تھیں۔ اولاد منہ زور ہو گئی تھی اپنے فیصلے اپنی مرضی سے کرنے لگی تھی۔ فیکٹریوں اور ملوں پہ میری میری کی مہریں لگ رہی تھیں۔ ایسے میں وہ اپنی زندگی کا آخری اسٹیج بھی روایتی جاگیرداروں کی طرح ہی گزارنا چاہتا تھا۔

"پاکیزہ مجھے تم سے اجازت لینی ہے..." ایک دن اس کے سر پہ بم پھاڑ ہی دیا۔ اپنی وارڈروب میں ہینگر میں لگے کپڑے ہینگ کرتے ہاتھ چند ثانیے کے لیے کانپے۔ اس طوفان کے آنے کی خبر کافی دنوں سے سن رہی تھی۔

"سائیں میں نے آپ کو اجازت دی۔" اس نے سنے بغیر ہی کہہ دیا۔

"میں تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا۔" اس نے روایتی جملہ بولا تو وہ بھرپور اعتماد سے طارق سومرو کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔" چند تسلی بھرے جملے پھر بھی طارق سومرو نے ادا کرنے ضروری سمجھے اور وہ سر جھکا کے سنتی رہی اور پھر اس کے کمرے سے جانے کے بعد ایک تھکا ہوا

آنسو اس کے گالوں سے ہوتا ہوا کہیں کھو گیا۔ اولاد نے بھی ماں ہی کو قصور وار ٹھہرایا۔ بیٹے تھے ہی دوسرے ملکوں میں البتہ وانیہ اس کے پاس چلی آئی۔

"کتنی دفعہ کہا تھا کہ اپنے اوپر توجہ دیں۔ مگر آپ بھلا کسی کی بات سنتی ہیں۔ اب نتیجہ دیکھ لیا آپ نے۔" وانیہ نے کہا۔

"بیٹا نتیجہ تو اچھا ہی ہے۔ میری ذمہ داریاں کم ہو جائیں گی۔"

"اماں آپ ایک انا پرست عورت ہیں۔ آپ کو اتنی بڑی بات پر بھی افسوس نہیں ہوا" وانیہ کو جھٹکا لگا۔

"ہاں بیٹا میں نے تمام عمر اپنی ذات کی تو پرستش کی ہے۔" اس نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔ اگلے دن سے اس نے کمرے سے اپنا سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔

"یہ کیا کر رہی ہو۔" طارق سومرو نے حیرت سے پوچھا۔

"جگہ بنا رہی ہوں۔"

"اس اتنی بڑی جاگیر میں بہت جگہ ہے۔ تم اپنے کمرے میں رہو گی۔" طارق سومرو نے فیصلہ سنایا مگر اب اس میں کچھ ہمت آ ہی گئی تھی جیسے آخری سانسیں لیتے ہوئے کوئی ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔

"سائیں۔ آنے والی کے اپنے ارمان ہوں گے میں اسی سلطنت میں رہوں گی مگر خود کو آپ کی غلامی سے نکال کے۔" اس نے ایک نہ سنی اور مہمان خانے میں چلی آئی۔

"تم مجھے کیا باور کرانا چاہتی ہو۔" وہ کھولتا ہوا اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"سائیں میں یہاں بہت آرام سے ہوں۔"

"تم ایک انا پرست اور ضدی عورت ہو۔ تم صرف مجھے جھکانا چاہتی ہو مجھے بتانا چاہتی ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔ ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" وہ کھولتا ہوا وہاں سے نکلا تو پاکیزہ کو لگا کہ سب کچھ ہاتھوں سے نکل گیا ہو جیسے۔ وہ تنہا ہو گئی تھی۔ وہ روتی ہی چلی گئی۔ مگر اس کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہ تھا۔ پھر وہ دن بھی آیا جب طارق سومرو کے ساتھ اس سے آدھی عمر کی عورت دلہن کے روپ میں گھر میں داخل ہوئی۔

☼ ☼ ☼

ارسلان کو نجانے کیسے علم ہو گیا تھا اپنی پھپھو کی زندگی میں آنے والے بھونچال کے بارے میں۔ وہ بھاگا چلا آیا۔

"پھپھو چلیں آپ میرے ساتھ میں آپ کو یہاں نہیں رہنے دوں گا۔" وہ بضد تھا اور پاکیزہ انکاری۔

"نہیں میرے بچے۔ یوں میں اپنا گھر نہیں چھوڑ کے جا سکتی۔ میں بیاہ کے یہاں آئی تھی اب مر کے ہی جاؤں گی۔" وہ تھکی تھکی آواز میں بولی۔

"اب اس وجود میں کوئی زندگی باقی ہے۔ کیا یہ زندہ ہے۔ یہ سمجھیے کہ اسے دفنانے ہی لے کے جا رہا ہوں۔" وہ بہت رنجیدہ تھا۔

"لیکن سانسیں تو چل رہی ہیں بیٹا۔ اس کا مطلب ہے کہ ابھی زندہ ہوں۔"

"پھپھو میں آپ کو یوں چھوڑ کے نہیں جا سکتا۔ وہ ایک سنگدل انسان ہیں۔ اتنے سالوں سے آپ ان کی خاطر خود کو تباہ کر رہی ہیں۔" اس کے لہجے میں نفرت بھری تھی۔ یہ حقیقت بھی وجود میں ابال لا رہی تھی کہ یہ شخص اس کے باپ کا قاتل تھا۔ اس کا باپ تو بیٹے کے ہاتھوں اپنی سزا بھگت چکا تھا۔ لیکن اس کی سزا تو باقی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ بدلے کی آگ کو ٹھنڈا کرے مگر پھپھو کی وجہ سے مجبور تھا۔

"مجھے تو افسوس آپ کے بچوں پہ ہو رہا ہے۔ جو اپنی ماں کو مرتے لمحہ لمحہ دیکھ رہے ہیں۔ بیٹے پردیس میں عیاشی کر رہے ہیں اور بیٹی یہاں۔" نجانے وہ کیا کہتے کہتے رکا تھا۔

"تم رک کیوں گئے ارسلان۔ کیا کر رہی ہے وانیہ۔" وہ گھبرا گئی۔

"کک۔ کچھ نہیں پھپھو جانی۔ مجھے کیا پتا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔" ہکلایا۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو سنی... تم کچھ نہ کچھ ضرور وانیہ کے متعلق جانتے ہو۔ مجھے بتاؤ..." ماں کا دل انجانے خدشوں سے گھبرا گیا۔

"وہ دراصل پھپھو اس کا اٹھنا بیٹھنا اچھے لڑکے لڑکیوں میں نہیں ہے۔" ارسلان نے سر جھکا کے کہا تو اگلے پل ایک طوفان تھا جو اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"اوہ... یو بلڈی... ہاؤ ڈیئر ٹو ٹاک آباؤٹ می..." وہ بھوکی شیرنی کی مانند اس پر جھپٹی۔

"کیا سوچ کے تم نے میرے بارے میں بکواس کی ہے۔" وہ لمحہ میں اس کا گریبان پکڑ چکی تھی۔ پاکیزہ گھبرا کے بیڈ سے اٹھی۔

لمحوں میں ساری صورت حال بدل چکی تھی۔ پاکیزہ کو یہ خوف بھی کھائے جا رہا تھا کہ اگر طارق سومرو آگیا تو بات بہت ہی زیادہ بگڑ جاتی۔ نئی قیامت آجاتی تھی۔

"وانیہ بیٹا... چھوڑو اس کا گریبان... کیا کر رہی ہو تم..." وہ نقاہت بھرے وجود کو بمشکل سنبھال رہی تھی۔

"اماں یہ ہوتا کون ہے میرے بارے میں بات کرنے والا... میری کمپنی کو برا بھلا کہنے والا... کیوں میری کمپنی کے بارے میں غلط بات کر رہا ہے۔ اس کی اوقات کیا ہے۔ چھوٹے خاندان کی چھوٹی سوچ... جب کسی لڑکے لڑکی کو بات کرتے دیکھا... ایک ہی خیال دل میں آتا ہے ان کے... اپنی ماں بہنوں کے کرتوت نظر آتے نہیں ہیں اور دوسروں کی بات کرتے ہیں... خود جو تم ہر وقت اس حلیمہ کے پہلو میں بیٹھے رہتے ہو۔ وہ کیا ہے... تم پہ روا ہے سب کیونکہ تم مرد ہو..." وہ بدلحاظی کی آخری سیڑھی پہ کھڑی تھی۔

"وانیہ... فضول بکواس مت کرو... تم جانتی ہو کہ تم کیا کرتی پھر رہی ہو..." ارسلان نے جھٹکے سے اپنا گریبان اس کے نازک ہاتھوں سے چھڑایا۔

"مجھے مجبور مت کرو کہ میں وہ ساری باتیں پھپھو کو بتا دوں، جو لوگوں کی زبان پہ عام ہیں۔ ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری..." وہ غرایا۔

"تمہارے باپ کی چوری کی ہے میں نے۔ تم میرے کیا لگتے ہو جو مجھ سے وضاحتیں مانگ رہے ہو۔ جاؤ جس کو بتانا ہے بتاؤ اور کر دو میرا وظیفہ بند... جو جی چاہے گا کروں گی ڈرتی نہیں ہوں کسی سے۔" وہ نڈر ہو کے چیخنے لگی۔

"چوری تو بزدل لوگ کرتے ہیں چھپ کر... تم تو ڈاکہ مار رہی ہو اپنے ماں باپ کی عزت پہ دن دیہاڑے..."

"تو پھر... کرلو جو کرنا ہے..." وہ میز کو ٹھوکر مارتے ہوئے باہر نکل گئی۔ پاکیزہ نے اپنا سر تھام لیا۔ شرمندگی کا یہ عالم تھا کہ جی چاہ رہا تھا کہ زندگی کا ہی خاتمہ کر ڈالے۔

"پھپھو مجھ سے ہی غلطی ہوئی ہے مجھے اس کی بات ہی نہیں کرنی چاہیے تھی... آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ارسلان اپنی توہین کے احساس کو کچل کے پھپھو کی دل جوئی کرنے لگا۔ وہ خود بھی جانتا تھا کہ سب جھوٹی تسلیاں ہیں۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا سنی... کچھ بھی... اس سے پہلے بھلا کچھ ٹھیک ہوا ہے، جو اب ہوگا۔ ساری عمر اس شخص کے ساتھ اس آس پہ زندگی گزاری کہ شاید اوپر والے کو مجھ پہ ترس آجائے... ہو سکتا ہے اس نے میری زندگی میں بھی کوئی سکھ کی گھڑی لکھی ہو۔ مگر... اب تو میری اولاد ہی میری دشمن ہو گئی ہے..." وہ سسکنے لگی۔ وہ اسے حوصلہ دیتا رہا۔ آج پھپھو کی خاطر ہی وہ سب سہہ گیا تھا۔

پھر وہ اور بھی بدلحاظ ہو گئی۔ جونیئر ہونے کے باوجود وہ اور اس کے بگڑے ہوئے نواب زادے رئیس زادیاں ہر وقت اسے ٹارگٹ کرنے لگے۔ اسے ڈسٹرب کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس بار اس کا نتیجہ مایوس کن رہا اور وہ ٹاپ پوزیشن سے چھٹی پوزیشن پہ آگیا۔

"کیوں مسٹر لائق فائق... اس بار کیوں غبارے سے ہوا نکل گئی۔ کس نے اقبال کے شاہین کے پر

کاٹ ڈالے۔'' وہ لبوں پہ تمسخرانہ ہنسی لیے اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ وہ چاہ رہا تھا کہ اس کا منہ توڑ ڈالے مگر پھر پاکیزہ پھپھو کا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھوم گیا۔

''میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتا۔ میرے راستے میں مت آیا کرو۔ لحاظ اس لیے کررہا ہوں کہ پاکیزہ پھپھو کا خیال آجاتا ہے۔'' وہ دانت پیستے ہوئے یوں بولا جیسے کچا ہی کھا جائے گا۔

''اوہ تو پاکیزہ پھپھو کی وجہ سے میرے آگے پیچھے پھرتے ہو میرے معاملات کو سنبھالنا چاہتے ہو۔ لیکن یاد رکھنا کہ میں تم اور تمہارے جیسے غریب لڑکے کو خریدنے کی طاقت رکھتی ہوں البتہ تم اپنی حیثیت کے پیش نظر صرف اس حلیمہ جیسی لڑکی کو ہی حاصل کرسکتے ہو.....'' وہ حلیمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی جو اسی پل وہاں آئی تھی۔ اس کا اتنا بولنا غضب ہوگیا۔ زناٹے دار تھپڑ وانیہ کا گال سرخ کرگیا۔ وہ تو بے عزتی کے احساس سے پتھر کا بت ہی بن گئی۔

''اگر تم دنیا میں موجود آخری لڑکی بھی ہوئیں نا وانیہ سومرو۔ تو بھی میں کم از کم تمہارے لیے نہیں سوچوں گا۔'' وہ کہہ کے آگے نکل گیا اور اسے اپنے کیے پہ کوئی افسوس نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆
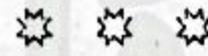
''اس کمینے کی اتنی ہمت کہ طارق سومرو کی بیٹی پہ ہاتھ اٹھائے۔'' گھر کے درودیوار لرز رہے تھے۔

وانیہ نے روتے دھوتے آدھے سچ اور آدھے جھوٹ کے ساتھ باپ کو تمام داستان سنائی تھی اور اب ایک طرف بیٹھی مگرمچھ کے آنسو بہا رہی تھی اور دوسری طرف طارق سومرو شیر کی طرح اسے چیرنے پھاڑنے کو تیار تھے۔ جو منہ میں آرہا تھا بول رہے تھے..... پاکیزہ کی اگلی پچھلی نسلوں کو گالیاں دے رہے تھے۔ وہ ایک کونے میں کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

''ملاؤ اس کا نمبر پاکیزہ..... ابھی بلاؤ اسے یہاں۔'' طارق سومرو نے اپنا موبائل ان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا تو ان کی ٹانگوں میں سے جان ہی نکل گئی۔

''سائیں..... بخش دیں اس کی خطا..... میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔'' وہ کانپتی آواز میں بولیں اور ساتھ ہی طارق سومرو کے قدموں میں اپنا دوپٹہ رکھ دیا۔

''میں تمہاری خاطر اپنی عزت سے نہیں کھیل سکتا۔ ہٹو میرے راستے سے.....'' وہ کچھ سننے کو تیار نہ تھے۔

''سائیں میں اس سے کہوں گی وہ ہاتھ جوڑ کے آپ کی بیٹی سے معافی مانگے گا وہ یونیورسٹی چھوڑ دے گا..... مگر آپ کو خدا کا واسطہ اس کی جان بخش دیں۔ وانیہ میری بچی۔ ماں کی خاطر اپنے بابا سائیں سے کہہ کے اسے معافی دلوا دے.....'' وہ دوڑ کے وانیہ کے آگے ہاتھ جوڑنے لگیں کہ وہ اپنے باپ کے خاندان کے آخری چشم و چراغ کو کیسے یوں مرتے دیکھ سکتی تھیں۔

''اماں آپ یوں تو نہ روئیں.....'' وہ اداکاری کرتے ہوئے بولی۔

''بابا سائیں..... اماں کی خاطر سب بھول جائیں..... میں بھی بھول جاؤں گی۔'' وہ باپ کے سامنے آتے ہوئے بولی۔ اتنے غصے کی توقع تو اسے بھی نہیں تھی اور نہ ہی وہ چاہتی تھی کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے..... ہاں کوئی خوف تھا تو وہ یہ کہ وہ اس سے ہارنا نہیں چاہتی تھی اور وہ اپنے دل کے اندر کے چور سے ڈر رہی تھی جس کی بنا پہ وہ اس کے ساتھ مس بی ہیو کرجاتی تھی۔

''ویسے تو نہیں چھوڑوں گا معافی تو اسے مانگنی پڑے گی اور میرے سامنے مانگنی پڑے گی۔'' انہوں نے فیصلہ سنایا۔

''میں بلاتی ہوں اسے۔ وہ معافی مانگے گا.....'' پاکیزہ نے اسے اپنے واسطے دے کے وہاں بلا لیا۔

''تم..... تمہیں ہمت کیسے ہوئی..... میری بیٹی کے ساتھ بدتمیزی کرنے کی.....'' طارق سومرو نے اسے دیکھا تو تمام ضبط کھو بیٹھے۔ اس کا گریبان پکڑ لیا۔

''سائیں..... اللہ سائیں کا واسطہ اسے کچھ مت کہیے گا۔'' پاکیزہ نے برستی آنکھوں سے طارق سومرو

کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"ایک تمہاری پھپھو کی بات نہ ہوتی تو آج زندہ یہاں سے واپس نہ جاتے۔" وہ اسے دھکا دے کے بولے تو وہ پھٹ پڑا۔

"زندہ تو اس گھر میں آکے کوئی بھی نہیں رہ پاتا۔ مار دیں مجھے بھی اسی طرح جیسے میرے باپ کو مارا تھا۔ جیسے پھپھو کو مار دیا ہے۔"

"ارسلان کیا فضول بول رہے ہو۔۔۔ جاؤ یہاں سے۔۔۔" پاکیزہ کی روح فنا ہو گئی۔ اسے دھکے دینے لگیں۔

"چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں مگر میں تمہارے گندے خون سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا۔"

"سائیں۔۔۔ یہ گندا خون نہیں ہے۔۔۔ وہی خون ہے جو آپ کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ آپ اور اس کے باپ کا خون ایک ہے۔۔۔" پاکیزہ کے تو تن بدن میں ہی آگ لگ گئی۔

"تم۔۔۔ تم میرے مقابلے میں آگئی ہو۔۔۔ میری چھت کے نیچے کھڑے ہو کے میرا مقابلہ۔۔۔" طارق سومرو نے پل میں پاکیزہ کے عزت وقار کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اس بری طرح اس پہ ہاتھ اٹھایا کہ وہ لہولہان ہو گئی۔ اس صورت حال پہ خود وانیہ بھی گھبرا گئی کہ وہ قطعاً یہ نہیں چاہتی تھی کہ معاملہ اتنا بگڑ جائے وہ تو صرف ارسلان کو تنگ کرنے کی نیت سے سب کر بیٹھی تھی۔ وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی مگر ارسلان کی سرد مہری پہ اس کے مدمقابل آن کھڑی ہوئی۔

"نہیں بابا پلیز۔۔۔" وانیہ نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑے۔ ارسلان نے آگے بڑھنا چاہا مگر ملازموں نے طارق سومرو کے ایک اشارے پہ اسے مار مار کے آدھ موا کر ڈالا اور گیٹ سے باہر مین روڈ پہ پھینک دیا۔ وانیہ پتھر بنی سب دیکھتی رہی اور روتے ہوئے اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

☆ ☆ ☆

"بابا سائیں نے اماں اور ارسلان۔۔۔ اوہ میرے خدایا۔۔۔" وہ ماں کی طرف آئی تو اس کا سر جھکا تھا اور ہاتھ جڑے ہوئے۔

"وانیہ تمہاری انا کی تسکین ہو گئی۔۔۔ چلو کسی کو تو سکون ملا۔" پاکیزہ نے ہارے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اماں۔۔۔" وہ بھاگ کے ان پر جھکی۔ پاکیزہ نے ناراضی سے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"اف میرے خدایا۔۔۔ اماں۔۔۔ اماں مجھے معاف کردیں۔۔۔ میں ارسلان سے بھی معافی مانگوں گی۔۔۔ میں نے قطعاً" ایسا نہیں چاہا تھا۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"وانیہ۔۔۔ سائیں نے گارڈز سے ارسلان کو بہت زیادہ زخمی کروا دیا ہے۔۔۔ میری خاطر میری جان اپنی ماں کی خاطر اس کی خیریت کا پتا کرو۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہوگا۔" کہتے ہوئے انہوں نے بے بسی سے ہاتھ جوڑ دیے۔

"لیکن اماں میں کیسے پتا کراؤں۔۔۔" دل جیسے کوئی آری سے کاٹنے لگا تھا۔

"وانیہ اپنی اماں کی خاطر اسے جا کے دیکھ آؤ۔"

"اچھا ٹھیک ہے آپ فکر نہ کریں میں کل خود چلی جاؤں گی۔" اس نے کہہ تو دیا مگر کمرے میں آئی تو گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

اگلے دن وہ ارسلان کے ڈپارٹمنٹ گئی لیکن وہ ہاسپٹلائزڈ ہے۔ وہ یونیورسٹی سے سیدھی اسپتال آگئی۔

"مامی۔۔۔" وہ ارسلان کی ماما کے پاس بینچ پہ بیٹھ گئی۔ ان کی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پہ دعائیں تھیں۔

"مامی کیسی طبیعت ہے ارسلان کی۔۔۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے پوچھا۔

"کافی چوٹیں آئی ہیں۔ ٹانگ میں فریکچر ہے۔" وہ بتا رہی تھیں اور وانیہ کا دل بیٹھتا چلا گیا۔

"اوہ۔۔۔ کافی زیادہ زخمی ہو گیا ہے ارسلان۔۔۔ مامی یہ سب کیسے ہوا۔"

"کہہ رہا تھا کہ کچھ یونیورسٹی کے لڑکے تھے ان سے جھگڑا ہو گیا تھا۔" انہوں نے بتایا تو اس نے نظریں

جھکالیں۔

"پاکیزہ نہیں آئیں۔" انہوں نے پوچھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"جی۔ وہ دراصل۔"

"آپ کو ڈاکٹر صاحب نے بلوایا ہے۔" نرس نے آنٹی کو متوجہ کیا۔

"ایک منٹ۔" ماہی ڈاکٹر کی طرف چلی گئیں تو وہ آہستہ سے چلتی شیشے کے پاس آن کھڑی ہوئی جہاں سے وہ سفید پٹیوں میں جکڑا بیڈ پہ لیٹا نظر آرہا تھا۔ اس کا دل بری طرح تڑپنے لگا۔ یہ کیا۔ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ اس کا چہرہ پسینے سے بھر گیا۔ جب کسی طرح نہ سنبھل پائی تو گھبرا کے وہاں سے نکل آئی۔

"کیسا تھا ارسلان۔" ماں کی طرف آئی تو انہوں نے بے قراری سے پوچھا۔

"ماں۔"

"اسپتال میں ہے اور کافی زخمی ہے۔" بتاتے ہوئے گردن جھکی ہوئی تھی اور آواز سے درد صاف ظاہر تھا۔

"میرے اللہ۔" وہ تڑپ تڑپ کے رونے لگیں۔

"یا اللہ تو میرے سنی کو اپنی امان میں رکھنا۔ اے اللہ اس کی تکلیف میرے وجود میں اتار دے۔" وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگیں۔

وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں آگئی۔ بے کلی ایسی تھی کہ کسی پل سکون نہیں مل رہا تھا۔ وہ پہلی رات تھی جو اس نے ارسلان کے متعلق سوچتے ہوئے جاگ کے گزاری تھی۔ وہ خود بھی اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پارہی تھی۔ یہ ناممکنات میں سے تھا کہ وہ ارسلان کے متعلق نرم گوشہ لیے بیٹھی تھی۔ اگلے دن پاکیزہ کے کہنے پہ وہ پھر اسے دیکھنے چلی آئی۔ ماہی گھر گئی ہوئی تھیں اور اس کے ساتھ اس کا دوست ارحم تھا۔ ارحم نے جب اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو سلام دعا کے بعد باہر نکل گیا۔

"پانی۔ مجھے پانی۔" اس نے نقاہت بھری آواز میں پکارا تو وہ جھٹ اٹھی۔

"ارسلان۔ یہ پانی۔" اس نے اسے سہارا دے کے بٹھانا چاہا تو ارسلان کی نظر اس پہ پڑتے ہی رنگ بدل گیا۔ اس نے جھٹکے سے نا صرف گلاس بلکہ اپنے سرہانے پڑا پھولوں کا گلدستہ بھی دور پھینک دیا۔

"مجھے تم سے یا تمہارے باپ سے کبھی پھولوں کی توقع نہیں رہی۔ تم لوگوں کے پاس دوسروں کی راہ میں بونے کے لیے صرف کانٹے ہی ہوتے ہیں۔"

"ارسلان پلیز۔ مجھے معاف کردیں۔" وہ اتنا ہی کہہ سکی۔ وہ اسے اپنے اتنے قریب دیکھ کے غصے سے پاگل ہونے لگا۔ اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اسے خود سے دور کرسکتا۔

"پلیز وانیہ یہاں سے چلی جاؤ۔" وہ سختی سے بولا۔

"سوسوری ارسلان۔" پہلی دفعہ وہ اس سے اتنے نرم لہجے میں گویا ہوئی تھی۔ وقتی طور پہ چپ ہو رہا کہ اسے پھپھو سے رابطہ رکھنا تھا۔ وہ انہیں اس وحشی انسان کے پاس چھوڑ تو آیا تھا مگر دل میں ان ہی کی فکر تھی۔

"پھپھو کیسی ہیں۔" کچھ توقف کے بعد نقاہت بھری آواز میں پھپھو کے متعلق پوچھا۔

"بیڈ پہ ہیں۔ بازو میں فریکچر ہے۔" اس کا جواب سن کے ایک اذیت بھری ٹیس وجود میں اتری۔

"وانیہ زندگی نے اگر ایک دفعہ مجھے موقع دیا تو یہ میرا چیلنج ہے طارق سومرو کو کہ میں اس سے بدلہ ضرور لوں گا۔" وہ نقاہت کی وجہ سے رک رک کے بولا۔

اتنے میں کمرے میں حلیمہ داخل ہوئی تو ارسلان نے انتہائی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ اس کے دیے گئے بکے کو تھینک یو کہہ کے سرہانے رکھ لیا۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی حلیمہ کو اس کے ساتھ دیکھ کے اس کا دماغ گھومنے لگا۔ اسے حلیمہ اپنے مقابلے میں کھڑی نظر آتی تھی۔ وہ دونوں باتوں میں لگ گئے تو وہ وہاں سے چپکے سے نکل آئی۔ ارسلان نے اسے جاتا دیکھا تھا اور دل میں ہوک سی اٹھی تھی۔

پاگل مجھے تم نے کیا ہے ارسلان۔ ٹھکرائے

جانے کی اذیت سہنا کوئی آسان کام ہے کیا۔" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہ اسی کے متعلق سوچے جارہی تھی۔ "حلیمہ کو دیکھ کے تمہارے چہرے پہ بکھرنے والے رنگ۔۔۔ میرا جی چاہا کہ میں' میں تمہارا چہرہ نوچ لوں۔ میں دھکے دے کے حلیمہ کو وہاں سے نکال دوں۔ کیا ہے ایسا اس میں جو مجھ میں نہیں ہے۔ اس سے بڑے باپ کی اولاد ہوں۔ اس سے زیادہ خوبصورت ہوں اور تمہاری خواہش بھی کرتی ہوں۔ کتنا جھکوں میں اور۔۔۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ جھکنا میرا مزاج نہیں ہے۔" اس نے سوچتے ہوئے زور سے ہاتھ اسٹیئرنگ پہ مارا۔ "میں اس عام سی لڑکی سے تمہیں چھین لوں گی ارسلان۔۔۔ میں کم از کم حلیمہ سے نہیں ہار سکتی۔"

"کیسا تھا ارسلان۔۔۔" پاکیزہ نے اسے دیکھ کے بے تابی سے پوچھا۔

"آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ میں اسے دیکھنے گئی تھی۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں پوچھا۔

"ایک بات تو بتاؤ دانیہ کہ کیا تمہیں ارسلان سے اتنی ہی نفرت ہے جتنی تم دکھانے کی کوشش کرتی ہو۔" وہ ماں تھیں۔ اس کو اندر سے بھی پڑھنے کا ہنر جانتی تھیں۔

"یہ کیا سوال ہوا بھلا۔۔۔" وہ گڑبڑا گئی۔

"بہت مکمل سوال ہے۔ جواب نہ دینا چاہو تو الگ بات ہے۔"

"اماں یہ بتائیں کہ آپ نے کھانا کھایا۔" اس نے بات ٹالتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے اثبات میں سرہلایا۔

"صبح میں ڈاکٹر کی طرف لے جاؤں گی آپ کو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو پاکیزہ کو ایک خیال آیا۔

"دانیہ اس اسپتال لے جانا جہاں ارسلان ہے۔"

"اور اگر بابا سائیں کو معلوم ہوگیا تو۔۔۔"

"اس سے زیادہ وہ اور کیا برا کریں گے میرے ساتھ۔۔۔ اور سزا سہہ لوں گی۔"

"اور اگر بابا سائیں نے ارسلان کو مزید نقصان پہنچا دیا تو۔۔۔" اس نے کہا تو پاکیزہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ ارسلان کے متعلق اتنا سوچ سکتی تھی۔

"دانیہ تم نے پھر کیوں ہر قدم پہ اس کی تذلیل کی۔۔۔"

"کیونکہ بابا سائیں کو علم ہوجاتا تو وہ اسے جان سے ماردیتے۔ اور وہ خود بھی مجھے تسلیم نہ کرتا کہ وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے۔ میں جو کچھ بھی کرتی تھی یا کرتی ہوں وہ بابا سائیں کی ارسلان سے نفرت اور ارسلان کی حلیمہ سے محبت کا ہی نتیجہ ہے۔ ان دونوں نے مجھے ایسا بننے پر مجبور کیا ہے۔" اس نے سر جھکا کے اعتراف کیا۔

"او میری بچی۔۔۔ میں سائیں سے لڑ ہی لیتی مگر میں ارسلان کی محبت اس سے نہیں چھین سکتی۔۔۔ تو اسے بھول جا۔ اس کی خوشیوں کے لیے میں دعا تو کرسکتی ہوں اسے محروم کرنے کی متمنی نہیں ہوسکتی۔" انہوں نے اس کی امید ہی توڑ ڈالی۔

"جی اماں۔۔۔" جبراً" مسکرائی۔

وہ رات اس نے روتے ہوئے کاٹی۔ صبح اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہورہی تھیں۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا مگر اماں سے وعدہ کر رکھا تھا ورنہ اس کی طرف ہرگز نہ جاتی۔ اماں کا چیک اپ کروانے کے بعد اس کا دل چاہا کہ لوٹ جائے مگر اماں کو ارسلان سے ملنا تھا۔ وہ انہیں وہیل چیئر پہ اس کے کمرے میں لے آئی کہ اماں کے پاؤں میں بھی موچ تھی۔

"پاکیزہ۔۔۔" بھابھی بھاگ کے ان کی طرف لپکیں۔ ارسلان نے بھی بے ساختہ دروازے کی طرف دیکھا۔

"کیسی ہیں بھابھی۔۔۔"

"مجھے چھوڑو یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کے پریشانی سے بولیں۔

"ماں یہ سیڑھیوں سے سلپ ہوگئی تھیں۔" دانیہ نے جواب دیا۔

"میرا سنی کیسا ہے۔۔۔" پاکیزہ ارسلان کی طرف مڑیں تو دانیہ انہیں اس کے بیڈ کے قریب لے آئی۔ وہ

بمشکل وانیہ کے سہارے سے کھڑی ہوئیں اور اسے خود سے لگا کے رو پڑیں۔ ارسلان کا چہرہ اس کے بالکل قریب تھا۔ وانیہ نے اپنا رخ مامی کی طرف موڑ لیا جو ان کے ساتھ ساتھ رو رہی تھیں۔ ارسلان کتنی دیر انہیں حوصلہ دیتا رہا۔

"اماں آپ نے پرامس کیا تھا کہ خود کو سنبھالیں گی۔ اس طرح آپ سب کو پریشان کر رہی ہیں۔" وانیہ نے انہیں دوبارہ وہیل چیئر پہ بٹھاتے ہوئے کہا۔

"وہ دیکھیں مامی بھی رو رہی ہیں۔"

"سوری بیٹا..." وہ کافی دیر ارسلان اور مامی سے باتوں میں مصروف رہیں۔ وہ سائیڈ پہ رکھے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ بے دھیانی میں کئی دفعہ اسے دیکھے چلی گئی۔ اچانک اس کا دل بری طرح گھبرانے لگا... ایک ہی سوچ خود پہ حاوی ہوتی نظر آ رہی تھی کہ وہ اس سے جدا ہو کے مر جائے گی۔ جب خود پہ قابو نہ رکھ سکی تو کمرے سے ہی نکل گئی۔ وہ خوامخواہ لان میں ٹہلنے لگی۔ جب کافی دیر ہو گئی تو واپس کمرے میں لوٹ آئی۔

"ارے تم کہاں چلی گئی تھیں۔" پاکیزہ نے پوچھا تو اس نے سوال کا جواب دینے کے بجائے چلنے کا کہا۔

"ہاں ہاں... چلو میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔" وہ فوراً تیار ہوئیں۔

"اچھا بھابھی میں پھر چکر لگاؤں گی۔" ارسلان کا ماتھا چومتے ہوئے اماں نے کہا تو ایک لمحے کے لیے اس کی نظریں ارسلان سے ملیں۔

"پھپھو آپ کو ہمت سے یہ مشکل وقت کاٹنا پڑے گا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ طارق سومرو چاہے لاکھ طاقت ور بنے... ہے تو ایک معمولی سا انسان ہی نا... اللہ رسی ضرور دراز کرتا ہے مگر جب کھینچتا ہے تو سنبھلنے کا موقع نہیں ملتا۔" وہ بولتے ہوئے تلخ ہو گیا۔

"ایکسکیوز می ارسلان... وہ میرے بابا ہیں۔" وانیہ نے اذیت سے کہا کہ اس سے اس کا یہ لہجہ برداشت نہ ہو سکا۔

"ایسے باپ کے گلے میں صبح شام پھولوں کے ہار ڈالا کرو۔"

"ارسلان... فضول مت بولو..." مامی نے اسے ٹوکا۔

"چلیں اماں..."

دونوں گھر واپس آئیں تو طارق سومرو لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے۔ عادلہ بیگم بھی بنی ٹھنی سامنے بیٹھی تھیں اور تمسخرانہ انداز میں پاکیزہ بیگم کو دیکھنے لگیں۔

"کہاں گئے تھے تم لوگ..."

"بابا ڈاکٹر کے پاس اماں کو لے گئی تھی۔" وانیہ نے جواب دیا۔ پاکیزہ نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔

"کیا کہا ہے ڈاکٹر نے..." وانیہ بتانے لگی تو پاکیزہ کرسی دھکیلتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

رات طارق سومرو ان کے کمرے میں چلے آئے۔

"آئی ایم سوری پاکیزہ... مجھے تم پہ کم از کم ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔" انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔

"آپ کو ارسلان پہ بھی ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولیں۔

"اس کے ساتھ تو میں نے بہت کم کیا ہے شکر ادا کرو کہ جان بخش دی... وہ بھی صرف تمہاری وجہ سے لیکن آئندہ میں ان سے تمہارا کوئی تعلق نہ دیکھوں..."

"میری وجہ سے اوروں کو تو بخش دیتے ہیں آپ سائیں... مجھے کیوں نہیں بخش دیتے۔"

"کیا مطلب..."

"اگر میں کہوں کہ آپ کی بیٹی ارسلان سے محبت کرتی ہے اور وہ اسے ٹھکرا چکا ہے تو کیا اسے بخش دیں گے... اگر میں کہوں کہ میں ابھی ابھی اس سے مل کے آئی ہوں تو بھی آپ مجھے بخش دیں گے کیا۔ مگر یہ حقیقت ہے... سائیں میں ان سے تعلق ختم نہیں کر سکتی... وہ میرے اپنے ہیں..." وہ ڈٹ گئیں۔

"تو پھر اپنی بیٹی کو تو میں دیکھ لوں گا اور تم بڑے شوق سے جا کے اس کی دل جوئی کرو... دفع ہو جاؤ میری زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے... جاؤ نکل جاؤ میری زندگی سے۔ رہو انہیں کے پاس جو تمہیں عزیز

ہے۔ البتہ اپنے چہیتے کو بتا دینا کہ اگر میری بیٹی سے کوئی تعلق رکھنے کی کوشش کی تو جان سے ہی جائے گا اپنے باپ کی طرح۔" وہ فیصلہ سنا کے چلے گئے۔ وہ دل تھام کے بیٹھ گئیں اور دروازے میں کھڑی وانیہ سومرو تو جیسے پتھر کا بت ہی بن گئی۔ طارق سومرو کا دھکا لگنے کے باوجود وہ اسی طرح کھڑی رہی۔

☆ ☆ ☆

"پھپھو۔" صدمے سے اس کی آواز گلے میں ہی پھنس گئی۔ ارسلان گھر آیا تو اسے سب ماما کی زبانی پتا چلا کہ طارق سومرو نے پاکیزہ پھپھو کو گھر سے نکال دیا ہے۔ ورنہ جتنے دن وہ اسپتال میں رہا اسے لاعلم ہی رکھا گیا تھا۔

"کتنا گھٹیا نکلا ہے وہ شخص۔" اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

"ایسے مت کہو بیٹا۔ پچیس سال گزارے ہیں میں نے اس کے ساتھ۔ دل نہیں مانتا کہ یوں کوئی اسے برا بھلا کہے۔ شاید میرا اور اس کا ساتھ اتنا ہی تھا۔" پاکیزہ کے آنسو نہ چاہتے ہوئے بھی بہنے لگے۔

"ایسے شخص کے ساتھ آپ نے پچیس سال گزار لیے پھپھو۔ جسے رشتوں کا کوئی احترام ہی نہ تھا۔ بہت بری طرح پچھتائے گا۔ اور اس کے ہارنے کا منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔" ارسلان کے اندر آگ لگی ہوئی تھی۔

"ارسلان میرے بچے مجھ سے دور ہو جائیں گے بیٹا۔"

"کیا وہ کبھی آپ کے قریب تھے پھپھو۔ کبھی آپ کے دکھ کو محسوس کیا ہے انہوں نے۔ بیٹے پردیس میں باپ کے نقش قدم پہ چل رہے ہیں اور۔ وانیہ کا توہین آمیز رویہ۔ سب یاد ہے مجھے۔ ایک عمر باپ نے برباد کی۔ باقی کی آپ اس کی اولاد کے لیے برباد کردیں۔ اللہ کے لیے پھپھو" ارسلان کے دل میں ان کے لیے کوئی گنجائش نہ تھی۔

"ارسلان میری وانیہ۔"

"وہ اپنے باپ کی بیٹی ہے۔ آپ والی کوئی خوبی نہیں ہے اس میں۔" کہتے ہوئے ارسلان کی آواز مدھم پڑ گئی۔

"ایسے نہ کہو ارسلان۔ میں اپنی بیٹی کو برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔" وہ تڑپ کے بولیں۔

"ارسلان فضول نہ بولا کرو۔ اللہ نہ کرے کہ وانیہ پہ کوئی مشکل وقت آئے۔ اللہ اسے اپنی امان میں رکھے۔" ماما نے کہا تو وہ اٹھ کے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ایک ماہ بعد وہ یونیورسٹی آیا تو ہر کوئی اس سے ملنے آرہا تھا۔ ارحم اور حلیمہ اس کے ساتھ تھے۔ اچانک نظر وانیہ سومرو پہ پڑی جو اسی کی طرف آرہی تھی۔

"السلام علیکم۔" انتہائی مہذب انداز میں اس نے کہا تو ارسلان کے ساتھ ساتھ ارحم اور حلیمہ نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔

"وعلیکم السلام۔" ارسلان چاہتے ہوئے بھی لہجہ سخت نہ کرسکا۔

"اماں کیسی ہیں۔" اس نے بے قراری سے پوچھا۔

"ایک منٹ۔" ارسلان نے کہا تو ارحم اور حلیمہ آگے بڑھ گئے۔

"کیسا ہونا چاہیے انہیں۔" ان دونوں کے جانے کے بعد وہ کڑوے لہجے میں بولتے ہوئے اس کی طرف مڑا۔

"تم لوگوں نے اپنا حق ادا کردیا ہے اب ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ کوئی تعلق نہیں ہے تمہارا ان سے۔"

"ارسلان۔ ماں ہیں وہ میری۔" وہ رو پڑی۔

"ماں کی عزت جتنی تم کرتی ہو وہ میں آنکھوں سے دیکھ بھی چکا ہوں اور کانوں سے سن بھی چکا ہوں۔ اب یہ ڈرامے ختم کرو۔ اپنی زندگی جیو۔ موج کرو۔ کبھی ایک مرد کے ساتھ قہقہے لگاؤ۔ اور کبھی دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈال کے زندگی کے سارے رنگ سمیٹو۔ یاد رکھنا کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے تمہاری جنت تمہارے باپ نے چھین لی ہے۔ اب ٹھوکر

کھا کے سنبھل نہیں پاؤ گی۔" وہ بھرا بیٹھا تھا۔

"ارسلان کیا میں ان سے مل سکتی ہوں۔" وہ بنا کوئی مقابلہ کیے بولی جو اس کا مزاج نہیں تھا۔

"اس گندی غلیظ گلی میں تم کیسے پاؤں رکھ سکو گی دانیہ سومرو۔" وہ طنزاً بولا۔

"بس کرو ارسلان۔ مت تمسخر اڑاؤ۔"

"ارے ابھی تو تم انتظار کرو اس دن کا جب ارسلان مصطفیٰ بقول دانیہ سومرو تمہارے۔ تمہارے پیچھے دم ہلاتا ہوا آئے گا۔ تمہاری دولت میں اتنی طاقت ہے نا۔" وہ اس کی کہی باتوں کو دہرانے لگا۔

"سب باتوں کے لیے شرمندہ ہوں ارسلان۔"

"یہ قیامت کیسے آگئی کہ دانیہ سومرو اپنی ہار تسلیم کر رہی ہیں۔" اس نے کہتے ہوئے زوردار قہقہہ لگایا تو وہ آگے بیٹھ گئی۔

"تم نے میرے پاس کچھ نہیں چھوڑا دانیہ۔ اب ہاری نہ تم ہو اور نہ میں جیتا ہوں۔ اب تمہاری ہار اور میری جیت دونوں میں ہی ذلت ہے۔" وہ اسے جاتے دیکھ کے سوچنے لگا۔

☼ ☼ ☼
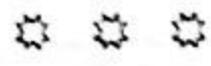
"کیسی ہو جان۔" وہ اپنے خیالوں میں گم سم بیٹھی تھی کہ محسن اس کے سامنے آن بیٹھا۔ اس نے ناگواری سے اس پہ نظریں جما دیں۔

"اتنا غصہ کوئی بات نہیں۔ جس سے محبت ہو اس کے نخرے دل پہ رم جھم پھوار کی مانند برستے ہیں۔" وہ گھٹیا انداز میں ——— آنکھ مارتے ہوئے بولا تو وہ تپ ہی تو گئی۔

"مجھے تم سے قطعاً کوئی محبت نہیں ہے۔"

"جان۔ تمہاری آنکھیں کیا جھوٹ بول رہی ہیں۔"

"میری آنکھوں اور دل میں جو ہے تم اس کے قدموں کی دھول کے بھی برابر نہیں ہو۔" دانیہ نے یوں ہی کہہ ڈالا۔

"میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری زندگی میں کوئی نہیں ہے۔" وہ اسے چڑانے کے انداز میں ہنسا۔

"اچھا۔ تو اس کا نام بتاؤ۔"

"سننا چاہتے ہو تو سنو کہ اس کا نام ہے ارسلان۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔" بنا سوچے سمجھے اس نے جو کہا اس پہ اسے خود بھی یقین نہ آیا۔ ساری رات وہ اپنے جملے پہ غور کرتی رہی۔ اسے حیرت اس بات پہ زیادہ تھی کہ اس کا دل ایک بار بھی اس کے بیان کو جھٹلا نہیں پایا تھا۔ ذہن ماننے کو تیار نہ تھا۔

ارسلان کو لگتا کہ وہ کچھ الجھی الجھی سی ہے۔ اس کے پاس بلاوجہ چلی آتی جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو مگر کسی الجھن میں ہو۔ ارسلان اسے اگنور کر کے آگے بڑھ گیا۔ اسے دیکھتے ہی نفرت کا لاوا ارسلان کے اندر ابلنے لگتا تھا۔

دوسری طرف دانیہ کو لگ رہا تھا کہ وہ اندھیروں کی دلدل میں دھنستی چلی جا رہی ہے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس سے بات کرے۔ بابا سائیں سے۔ نہیں وہ تو سہہ ہی نہیں پائیں گے۔ اور ویسے بھی چھوٹی ماما کے بھائی نے بابا سائیں کو میری بے راہ روی کے بہت سے ثبوت دے دیے ہیں۔ شراب پینے سے لے کے دوستوں کی محفلوں میں غل غپاڑہ کرنے تک۔ جس پہ وہ اس سے سخت ناراض بھی تھے۔ وہ جان بوجھ کے ایسا کر رہا تھا کیونکہ وہ دانیہ کی طرف اپنا دھیان لگا رہا تھا اور ایسے حالات بنا دینا چاہ رہا تھا کہ طارق سومرو دانیہ کی ذمہ داری اسی پہ ڈال دیں۔ محسن جو پہلے بھی ذومعنی باتیں کرتا تھا اب کھل کے کھیلنے لگا تھا۔

تو۔ کیا ارسلان سے مدد مانگوں۔ لیکن کس منہ سے۔ کتنا ذلیل نہیں کیا میں نے اسے۔ نہیں۔ خدایا کیا کروں۔ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ باقی دوست بھی سارے تماش بین ہی تھے۔ اب جب کہ وہ اپنی ہنگامہ پرور زندگی سے تھکنے لگی تھی تو وہ بھی اس سے بور ہونے لگے تھے۔

پاکیزہ پھپھو کے مجبور کرنے پہ ارسلان وانیہ سے ملنے آیا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ارسلان آپ... بیٹھیں... اماں کیسی ہیں...؟" ارسلان نے دیکھا کہ وہ بہت کمزور ہو رہی تھی۔ رنگت بھی پیلی ہو رہی تھی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے...؟" ارسلان سے رہا نہ گیا۔

"ہوں... ہاں بالکل ٹھیک ہوں...۔"

"پھپھو کو تمہاری فکر لگی ہوئی تھی... انہیں کے مجبور کرنے پہ چلا آیا۔" اس نے جتلایا۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"یونیورسٹی کیوں نہیں آرہیں تم...؟" ارسلان نے اس کی دو ہفتوں کی غیر حاضری کے متعلق جاننا چاہا۔

"مجھ سے اب نہیں پڑھا جا رہا۔"

"تو پہلے تم پڑھنے جاتی تھیں کیا...؟" اس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اب تمہاری دلچسپیاں بدل گئی ہیں شاید..." بہت سی باتوں کے جواب میں اس نے چپ سادھے رکھی۔

طارق سومرو اپنی بیگم کے ساتھ کسی پارٹی میں گئے ہوئے تھے۔

آج گھر میں اکیلے ہونے کی وجہ سے محسن نے اپنے دوستوں کو بھی بلوایا ہوا تھا۔ وانیہ گاڑی کی چابی لے کے نکلنے لگی تو اس نے چابی اس سے چھین کے اپنے پاس رکھ لی... وہ بہت خوف زدہ سی ہو رہی تھی۔ ایسے میں ارسلان کے آنے سے اسے بہت سہارا ہوا۔

"اچھا... تو پھر میں چلتا ہوں...۔" ارسلان جانے کے لیے اٹھا تو وانیہ کی جان نکل گئی۔ بھاگ کے اس کے سامنے آگئی۔

"ارسلان... تم بیٹھو نا... میں چائے بنا کے لاتی ہوں...۔" ارسلان نے حیرت سے اسے دیکھا... اسے اس کی ذہنی حالت پہ شبہ ہوا۔

"شکریہ..." وہ مختصر جواب دے کے آگے بڑھا تو وانیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارسلان پلیز ہیلپ می... وہ چھوٹی ماما کے بھائی اور اس کے دوست ہیں گھر پہ اور میں اکیلی ہوں... تھوڑی دیر بیٹھ جائیں...۔" اس کی آنکھوں میں واضح بے بسی تھی۔ سوری کہہ کے ارسلان وہاں سے نکل آیا۔ ابھی وہ بائیک پہ مین روڈ پہ ہی نکلا تھا کہ وانیہ کے موبائل سے کال آنے لگی... اس نے بہت حیرت سے اس کے آج کے رویے اور اب ان کالز کے آنے پہ غور کیا۔ بیل ایک تسلسل سے بج رہی تھی۔ تھک کے اس نے ہیلو کہا تو دوسری طرف اس کی گھبرائی ہوئی آواز تھی۔

"ہیلو..."

"دیکھو وانیہ میرا تم سے نہ کوئی تعلق اور نہ رشتہ ہے... اس لیے مجھے اپنے رابطے میں مت رکھو۔" ارسلان نے اس کی بات سنے بغیر ہی کہا تو دوسری طرف وہ رو رہی تھی۔

"ارسلان پلیز ابھی واپس آجاؤ... مجھے آج چھوٹی ماما کے بھائی کے ارادے بہت برے لگ رہے ہیں... اماں بھی نہیں ہیں...۔"

"میں قطعاً نہیں آؤں گا کیونکہ تمہاری کلاس میں یہ باتیں عام ہیں... اور سب سے بڑی بات کہ میں تمہارا باڈی گارڈ ہوں نہ کچھ اور لگتا ہوں اور وہ... ہاں وہ تمہارے باپ کا سالا ہے اس سے کیا خوف...؟" وہ اگلے پچھلے حساب لینے لگا۔

"اللہ کے لیے ارسلان اس وقت میری مدد کرو... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے...۔" وہ اس کی بات کاٹ کے بولی۔

"سوری..." اسی دوران اس کی چیخوں کی آواز ارسلان کے کانوں تک پہنچی اور رابطہ ٹوٹ گیا۔ ارسلان کو عجیب سی بے چینی نے گھیر لیا لیکن کافی دیر سوچنے کے بعد وہ واپس گھر آگیا۔ وہ اس کے جملوں کا زہر اب بھی اپنے وجود میں محسوس کر رہا تھا۔ "میں آج اس کے اس کہے کو سچ نہیں کر سکتا کہ ارسلان کی کلاس کے لوگ دولت مندوں کے پاؤں چاٹتے ہیں... وہ جب انہیں بلائیں کتے کی طرح دم ہلاتے چلے آتے ہیں۔"

"بس کھانا کھالو بیٹا۔" وہ شدید ذہنی کوفت سے گزر رہا تھا جب ماما کی آواز اسے واپس لے آئی۔

"ماما مجھے آج بھوک نہیں ہے۔ دوست کے ساتھ برگر کھالیا تھا۔" اس نے بہانہ بنایا۔

"اچھا۔ چائے تو لوگے نا۔" وہ اس کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں تو وہ انکار نہ کرسکا۔ اس ساری ہی رات ارسلان کو خود پہ غصہ رہا کہ اسے وانیہ کو یوں تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔

صبح یونیورسٹی میں بھی بے ارادہ وہ اس کی تلاش میں رہا۔ لیکن کتنے دن گزر گئے وہ یونیورسٹی بھی نہ آئی۔

ارسلان کو کسی پل سکون نہیں مل رہا تھا۔ عجیب سی بے چینی نے پورے وجود کا احاطہ کر رکھا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس نے اس دن وانیہ کو تنہا چھوڑ کے غلطی کی تھی۔ وانیہ اگر اس کے ساتھ لڑ رہی تھی تو وہ اس کی نفرت تھی مگر ارسلان بھلے تم اپنے وقار کو مجروح نہ کرتے لیکن انسانیت کے ناتے اور پھر سب سے بڑی بات کہ تمہیں اس سے محبت ہے اور تم اسے اندھے کنویں میں گرتا دیکھ کر چھوڑ آئے ہو اور تماش بین بن گئے۔ جب ایک دشمن ہتھیار پھینک دے تو اس پہ حملہ کیا معانی۔ نہیں۔ نہیں۔ میں کل ہی اس سے ملتا ہوں۔ اس نے خود سے عہد کرلیا کہ وہ بھلے اس سے محبت کا رشتہ نہ رکھے مگر اسے ڈوبتے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اسی سوچ کے ساتھ اگلے دن وہ وانیہ کو یونیورسٹی میں نہ پاکے اس کے گھر چلا آیا۔

"کیسی ہو وانیہ۔ یونیورسٹی نہیں آرہیں تم آج کل۔" اس نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا جیسے اس سے ہزاروں گلے ہوں۔ وہ بہت گم سم اور خاموش خاموش سی تھی۔

"وانیہ۔ کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔" اس کی خاموشی ارسلان کو پریشان کرنے لگی۔

"وانیہ تو مرگئی ارسلان۔ اسی دن جب اسے بچانے کوئی نہیں آیا تھا۔ وہ بھی نہیں جسے وانیہ نے اپنا سب کچھ مان رکھا تھا اور جسے اس نے بہت امید سے کئی دفعہ بہت بے بسی سے پکارا تھا۔"

"وانیہ۔" اس کا لہجہ ارسلان کو پشیمان کر گیا۔ وہ اس کے قریب چلا آیا۔ اسی پل محسن بھی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

"تم کیوں آئے ہو یہاں۔ سائیں نے تمہیں یہاں آنے سے روکا تھا۔" اس نے ارسلان کو دیکھ کے غصے سے کہا۔

"مجھے پھپھو نے وانیہ سے ملنے کا کہا تھا۔"

"لیکن سائیں نے تم پہ یہاں آنے کی پابندی لگا رکھی ہے اگر وہ اس وقت گھر پہ ہوتے تو یقیناً سخت ناراض ہوتے۔" محسن نے کہا تو وانیہ نے اسے ٹوک دیا۔

"ارسلان کو میں نے بلایا تھا۔"

"وجہ۔" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے اماں کے بارے میں پوچھنا تھا۔"

"اوکے" کہہ کے وہ باہر نکل گیا۔

"وانیہ تم مجھے کچھ الجھی الجھی لگ رہی ہو۔ خیریت تو ہے۔" وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ارسلان میں بہت تنہا ہوگئی ہوں۔ یہ دیکھو مجھے معاف کردو۔ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔ مجھے معاف کردو۔" اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"جو رویہ تم نے میرے ساتھ روا رکھا وانیہ اس پہ تمہیں یہ دعوا بھی ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت رہی ہے۔ کیا وہ محبت کا اظہار تھا۔" احساس دلانے پہ وہ شرمندہ ہوگئی۔

"تمہیں حلیمہ کے ساتھ دیکھ کے میں پاگل ہوجاتی تھی ارسلان۔"

"اگر تم وہ سب مجھ سے نفرت کرکے کرتیں تو مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا وانیہ۔ محبت میں بھی کسی کو اتنا ذلیل کیا جاتا ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے ارسلان۔ مجھے صرف تم اپنا نام دے دو۔ وہ مجھے نوچ نوچ کے کھالے گا۔"

"اور وہ جو کہہ رہا تھا کہ تمہاری اور اس کی شادی۔" محسن کا جملہ ارسلان کے کانوں میں گونجنے

اگا۔
"بابا سائیں اس گھٹیا شخص کو اتنا اچھا سمجھتے ہیں کہ اس پہ اندھا اعتماد کرتے ہیں۔۔۔ اور اب اس کے ساتھ بھی مجھے ہمیشہ کے لیے رخصت کرنا چاہ رہے ہیں۔ ارسلان پلیز مجھے اس سے بچالو۔۔۔ مجھے تم سے محبت ہے۔۔۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی۔۔۔"

"محبتوں کے دعوے چھوڑو اور یہ بتاؤ وانیہ کہ میں زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتا ہوں۔۔۔"

"مجھے اس سے بچالو۔۔۔ پلیز۔۔۔ وہ ایک نفسیاتی مریض ہے۔۔۔ پلیز کسی رشتے سے ہی سہی مجھے بچالو۔۔۔ یہ دیکھو اپنی پھپھو کی خاطر ہی مجھے بچالو۔۔۔"

"لیکن میں کیا کروں۔۔۔" وہ زچ ہو کے بولا۔

"مجھ سے شادی کرلو۔۔۔"

"کیا۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو وانیہ۔۔۔ یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔"

"پلیز۔۔۔" اس کے چہرے سے آنسو ایک تواتر سے گر رہے تھے۔

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے وانیہ۔۔۔"

"ہم کورٹ میرج کر لیتے ہیں۔۔۔"

"کورٹ میرج۔۔۔ تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔ تمہارا باپ پہلے ہی میرا دشمن ہے۔۔۔ تم چاہتی ہو کہ میرا بھی وہ ہی حال کرے جو اس نے میرے باپ کا کیا تھا۔ مجھے اپنی ماں کا احساس نہ ہوتا تو اسے مار کے میں ضرور سولی چڑھ جاتا۔۔۔" اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"اور ویسے بھی میرا تم سے اتنا قلبی رشتہ نہیں کہ موت کو گلے لگا لوں۔" ارسلان نے صاف صاف بات کی تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

"البتہ میں ماما اور پھپھو سے بات کر کے گھر میں ہی کوئی بندوبست کرتا ہوں۔" ارسلان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ارسلان جلدی ہو جائے گا نا سب۔۔۔"

"کوشش کرتا ہوں۔۔۔"

"رات ہی گھر میں بات کرتا ہوں تم صبح میرے فون کا انتظار کرنا۔" وہ پہلی دفعہ مسکرایا کہ اس کے چہرے پہ تناؤ کم ہو سکے۔

"ارسلان۔۔۔ وہ مان جائیں گے نا۔۔۔" اس نے اس کے سامنے آ کے امید سے پوچھا۔

"دیکھو۔۔۔ امید تو کی جاسکتی ہے کیونکہ تم جیسے لوگ ہم جیسوں کو خرید ہی لیتے ہیں۔" اس نے وانیہ کو اسی کا کہا ہوا جملہ یاد دلایا۔

"ارسلان مجھے اپنی باندی بنا کے رکھنا۔۔۔ میں تم سے وہی پانا چاہوں گی جو تمہیں میں نے دیا ہے۔۔۔ میں اف بھی نہیں کروں گی۔۔۔ صرف مجھے اس بھیڑیے سے بچالو۔۔۔ میری دولت نے مجھے جانور بنا دیا تھا۔۔۔ لیکن ارسلان آپ جیسے لوگوں کی وجہ سے دنیا بھی تو قائم ہے۔۔۔"

"میں بھی جانور ہی ہوں۔۔۔ مجھے اس میں تمہارے باپ طارق سومرو کی شکست نظر آتی ہے۔۔۔" ارسلان نے سختی سے کہا اور باہر نکل گیا لیکن پانچ یا دس منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ وانیہ کی کال آنے لگی۔

"ہیلو۔۔۔" اس نے فوراً ریسیو کیا۔

"ارسلان۔۔۔ ارسلان۔۔۔" وہ بری طرح چیخ رہی تھی۔

"وانیہ۔۔۔ وانیہ کیا ہوا ہے۔۔۔ بات کرو۔۔۔ وانیہ۔۔۔" وہ گھبرا گیا۔

"ارسلان۔۔۔ محسن۔۔۔" وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی کہ محسن کے شور شرابے کی آوازیں آنے لگیں۔۔۔ ارسلان نے فوراً گاڑی واپس موڑی۔ اس کا دل بری طرح گھبرا رہا تھا کہ نجانے کیا ہو چکا تھا۔ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ گیٹ پہ چوکیدار موجود نہ تھا۔۔۔ وہ بھاگتا ہوا اس کے کمرے کی طرف آیا مگر اندر کے منظر نے اسے دہلا دیا۔

ڈری سہمی ہوئی وانیہ بیڈ کے پیچھے چھپی تھی اور سامنے کارپٹ پہ محسن خون میں لت پت پڑا تھا۔

"وانیہ۔۔۔" ارسلان نے پھٹی ہوئی آواز میں اسے پکارا تو وہ خوف زدہ ہو کے اس کے ساتھ لپٹ گئی۔ اس کا وجود بری طرح کانپ رہا تھا۔

"وانیہ یہ کیا کر دیا ہے تم نے۔۔۔" وہ چلایا۔

"ارسلان میں نے اس کمینے کی کمینگی کا باب ختم کر دیا۔" پتھرائی ہوئی آواز میں بولی تو ارسلان نے بھاگ کے اس کی نبض چیک کی تو ہلکی ہلکی چل رہی تھی۔ بمشکل اسے گاڑی تک لایا اور اسپتال پہنچایا۔

اسپتال انتظامیہ نے کاغذی کارروائی کے لیے پولیس کو کال کر لیا۔ طارق سومرو پریشان حال اور ان کی بیگم روتی دھوتی وہاں پہنچ گئیں۔

طارق سومرو کی طاقت نے ایک دفعہ پھر اپنی بیٹی کو معاملے سے الگ کر لیا۔ بیان کے فوراً" رپورٹ یہی درج کی گئی کہ ارسلان مصطفیٰ طارق سومرو کی بیٹی وانیہ سومرو کو اغوا کرنے

—— کی نیت سے گھر میں داخل ہوا تو گھر میں موجود محسن نے مزاحمت کی جس پہ ارسلان مصطفیٰ نے اسے مار ڈالا۔ آلہ قتل موقع واردات سے برآمد۔۔۔

ایک آہ و فغاں تھی جو ارسلان مصطفیٰ کے گھر مچی تھی۔ بیوہ ماں کو غش پہ غش آرہے تھے۔ پاکیزہ پھپھو غم کی شدت سے دیوانی ہوئی جارہی تھیں۔ وانیہ چیخ چیخ کے ارسلان کی بے گناہی ثابت کرنا چاہ رہی تھی مگر طارق سومرو نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا۔

"بابا سائیں میرا یقین کریں۔ محسن کا قتل میں نے کیا ہے۔۔۔ اس بے گناہ پہ اتنا ظلم نہ کریں۔" وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ انہیں پکارتی رہی مگر بے سود۔۔۔ وہ بری طرح تڑپ تڑپ کے روتی رہی۔ ارسلان کو ایک ہفتے کے جسمانی ریمانڈ پہ جیل بھیج دیا گیا تھا۔

پاکیزہ بھاگتی طارق سومرو کے در پہ آن کھڑی ہوئیں۔

"سائیں ارسلان کو معاف کر دیں۔ میں ہاتھ جوڑ کے آپ سے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگتی ہوں۔" انہوں نے اپنا دوپٹہ طارق سومرو کے قدموں میں رکھ دیا۔

"کیسے معاف کر دوں۔۔۔ اس نے میرے سالے کو میرے گھر میں داخل ہو کے مارا ہے۔۔۔ میری بیٹی کی عزت پہ ہاتھ ڈال رہا تھا۔"

"سالا تو ایک دفعہ پہلے بھی آپ کا مار گیا تھا اس کا قاتل بھی تو آزاد ہی رہا۔ اس کو بھی تو آپ کے ہی گھر میں بلا کے مارا گیا تھا۔ کچھ یاد ہے کہ بھول گئے۔" وہ اپنے بھائی کو یاد کر کے رو پڑیں۔

"جاؤ یہاں سے پاکیزہ۔۔۔" طارق سومرو نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"اسے اس کے کیے کی سزا ملے گی۔" انہوں نے اسے مایوس لوٹا دیا۔

☆ ☆

(دوسرا اور آخری حصہ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

لبنیٰ جدون

دوسری اور آخری قسط

وقت آگے کی طرف چلا جا رہا تھا۔ ارسلان کا کیس کافی پیچیدہ ہو گیا تھا۔ ارحم اس کے وکیل کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔ ماں کے پاس جو کچھ تھا اپنے بیٹے پہ لگا رہی تھی۔ صبح وانیہ سومرو کو گواہ کے طور پر بلایا گیا تھا۔ اس نے جو بھی بیان دینا تھا اسے اچھی طرح معلوم تھا۔ طارق سومرو نے اسے بتا دیا تھا کہ آواز اس کی ہو گی مگر بولے گی طارق سومرو کی زبان۔۔۔ ورنہ نتیجہ تمہاری سوچ سے بھی زیادہ خطرناک ہو گا۔

"بابا سائیں۔۔۔ میں سچ بات کروں گی۔۔۔ آپ جانتے ہیں کہ ارسلان نے اس کا قتل نہیں کیا۔۔۔ میں نے اسے مارا ہے۔۔۔" وہ سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔

"اگر ایسا ہوا بھی ہے تو بھی میں اپنی عزت سے نہیں کھیل سکتا۔۔۔ اپنے خاندان کو رسوا نہیں کر سکتا۔۔۔ تمہیں وہی کہنا پڑے گا جو تمہیں وکیل صاحب اور میں نے کہا ہے۔ وہ اگر غلط تھا بھی تو اب مر گیا ہے۔۔۔ اور اب میں لوگوں کو یہ کہانی سنا کے بے عزتی نہیں سہہ سکتا۔۔۔"

"سوری بابا سائیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔"

"ٹھیک ہے دو تم اپنی مرضی کا بیان۔۔۔ اپنی ماں کی زندگی کا خاتمہ وہ تو جیل میں ہونے کی وجہ سے شاید دیکھ نہ سکے البتہ تم ضرور دیکھنا۔ اس سے اگلے قدم پہ تم اپنی ماں کے کوئلہ وجود کو دیکھو گی۔۔۔ اور میں وہ سب کرتا ہوں جو کہتا ہوں۔" وہ اپنی بات کہہ کے وہاں سے نکل گئے۔

بابا سائیں یہ مجھے کس مقام پہ لا کھڑا کیا ہے آپ نے۔۔۔ میں کیسے اس کے سامنے یہ سب کہوں گی۔۔۔"

وہ بے بسی سے رونے لگی۔۔۔ میرے اس بیان پر اس کی زندگی داؤ پہ لگ جائے گی۔۔۔ اور میں اسے کھونے کا سوچ کے ہی کانپ جاتی ہوں۔۔۔ نہیں بابا سائیں نہیں۔۔۔ میں ایسا نہیں کر سکوں گی۔۔۔ لیکن اگر بابا سائیں مجھے یا ارسلان کو مار دینے کی دھمکی دیتے تو میں کبھی جھوٹا بیان نہ دیتی۔۔۔ لیکن ماں اور مائی۔۔۔ نہیں۔۔۔ اف خدایا۔۔۔ میرے اللہ میرا بھرم رکھنا۔۔۔ ساری رات وہ نوافل تہجد اور عبادت میں مصروف رہی۔۔۔

ساری رات گزر گئی اور بابا سائیں کی نئی دھمکیوں کے ساتھ وہ عدالت پہنچ گئی۔ اس کی نظروں نے قدم قدم پہ بابا سائیں کے اسلحہ بردار گارڈز کو موجود پایا۔ ارسلان کو لایا گیا تو وانیہ اور اس کی نظریں ایک لمحے کے لیے ملیں۔۔۔ وہ کافی کمزور دکھائی دے رہا تھا۔

اس کی باری آ ہی گئی۔۔۔ وانیہ کی سانسیں رکنے لگیں۔۔۔ اس کی حالت بگڑنے لگی۔

قرآن پاک پہ ہاتھ رکھ کے اس نے کیا حلف لیا اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔

"جی وانیہ سومرو۔۔۔ اپنا بیان ریکارڈ کرائیں۔" نا جانے کس نے کہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ نظریں اٹھائیں تو اسے لگا کہ ارسلان اس پہ ہنس رہا تھا۔

"وانیہ سومرو۔۔۔ کیا آپ بتائیں گی کہ اس دن کیا ہوا تھا۔۔۔" سوال دہرایا گیا تو اس نے ہمت کر کے بولنا

شروع کیا۔

"اس دن۔۔۔ میں نے یونیورسٹی میں ارس۔۔۔ ارسلان کو بتایا تھا کہ مجھے بھول جائے کہ میرے بابا سائیں نے محسن کو میرے لیے منتخب کرلیا ہے۔۔۔ مگر میری محبت میں وہ ہمارے گھر آگیا تاکہ میرے بابا سائیں سے میرے لیے بات کرسکے۔۔۔ محسن نے اسے روکا کیونکہ یہ میرے بیڈ روم میں آگیا تھا۔ اس بات پہ ارسلان مشتعل ہوگیا اور اس نے محسن پہ فائر کردیا۔۔۔"

"کیا وانیہ سومرو۔۔۔ آپ بھی ارسلان سے محبت کرتی تھیں۔۔۔"

ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں ملیں۔ وانیہ کے چہرے کی بے بسی ارسلان پہ عیاں تھی اور ارسلان کی آنکھوں میں موجود نفرت وانیہ کے سامنے کھل کے ظاہر ہورہی تھی۔

"جی۔۔۔ جی نہیں۔۔۔ میں جس ماحول میں پلی بڑھی تھی۔۔۔ ارسلان اس معیار پہ پورا نہیں اترتا تھا۔ اس لیے میں نے کبھی ایسا خواب نہیں دیکھا جس کی تعبیر تلخ ہوتی۔۔۔" وہ پتھر دل ہوئی تو اتنی ہوئی کہ ارسلان نے ایک لمبی ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔۔۔

"جج صاحب۔۔۔ میں یہ اقرار جرم کرتا ہوں کہ محسن کا قتل میرے ہاتھوں سے ہوا ہے۔۔۔ میں جذبات میں آگیا تھا۔۔۔ مجھ پہ وانیہ سومرو کو حاصل کرنے کا جنون سوار ہوگیا تھا کیونکہ میں اس کا دیوانہ تھا۔ اب بھی میرا یہ وعدہ ہے کہ بشرط زندگی میں آزاد ہوگیا تو اپنے انتقام کی آگ طارق سومرو اور اس کی بیٹی وانیہ سومرو کے خون سے بجھاؤں گا۔۔۔" ارسلان نے انتہائی ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ وانیہ نے برستی آنکھیں جھکالیں۔۔۔

"تمہیں میں اپنا خون معاف کردوں گی۔" اس کے دل نے چیخ چیخ کے کہا۔۔۔

عدالت برخاست ہوگئی۔۔۔ وہ ہتھکڑیاں پہنے جب برآمدے سے گزر رہا تھا تو وانیہ اور وہ آمنے سامنے آگئے۔ دونوں ہی کے قدم رک گئے۔ وانیہ نے سر جھکالیا۔

"وانیہ سومرو۔۔۔ دعا کرنا کہ میں پھانسی کے پھندے تک ضرور پہنچوں تمہاری سچائی رائیگاں نہ جائے۔"

"ارسلان۔۔۔" اس نے بے بسی سے ہاتھ جوڑ دیے۔

"وانیہ سومرو۔ اگر میں یہاں سے نکلنے کی دعا کرتا ہوں تو صرف اس لیے کہ تمہارا اور طارق سومرو کا غرور خاک میں ملاسکوں۔۔۔ میرا انتظار کرنا۔۔۔ میں کم از کم تم سے ضرور حساب لوں گا۔ بہت دفعہ تم نے مجھے زہریلی ناگن کی صورت ڈس لیا۔ اب اس زہریلے وجود سے بچ کے رہنا کہ اب صرف تم سے حساب لینے کے لیے باہر آؤں گا۔۔۔ اور میں آؤں گا۔۔۔"

"ان شاء اللہ۔۔۔ تم ضرور آؤ گے۔۔۔ اور میں اس دن کا انتظار کروں گی۔۔۔ اور سر جھکا کے اپنی سزا سنوں گی۔ میں تم سے معافی نہیں مانگوں گی۔۔۔" اس کا اتنا کہنا غضب ہوگیا۔ ارسلان کا دماغ ایک دم سے گھوم گیا اور اس نے بنا سوچے سمجھے ایک لمحہ ضائع کیے اپنا ہتھکڑیوں والے ہاتھوں سے اس پہ حملہ کردیا جو اس کے چہرے پہ بری طرح لگے۔۔۔ وہ چکرا کے دیوار سے جا ٹکرائی۔ وانیہ کے ساتھ موجود لوگ بھاگ کے اس کی جانب بڑھے مگر پولیس اسے قابو کرکے فوراً" وہاں سے نکال کرلے گئی۔

☼ ☼ ☼

ہر چینل پہ بریکنگ نیوز چل رہی تھی۔۔۔ بھابھی نے پاکیزہ کی جانب دیکھا جو ساکت نظروں سے سامنے ٹی وی پہ نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ پاکیزہ پہ یہ خبر بم کی طرح گری کہ جب وانیہ سومرو نے بھی روتے ہوئے بتایا کہ جہانگیر سائیں لندن میں ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہوگئے ہیں۔ حادثہ تیز رفتاری کی وجہ سے ہوا ہے۔ ادا سائیں کوشش کررہے ہیں کہ جلد از جلد ان کی میت کو وہاں سے لے آئیں۔

پاکیزہ تو سنتے ہی بے ہوش ہوگئیں۔ اور طارق

سومرو کی سلطنت کی دیواریں ہل گئیں۔
پاکیزہ کی طبیعت سنبھلی تو وہ ضد کر کے ایئرپورٹ آگئیں کہ آج ان کے لاڈلے نے آنا تھا۔ جہاز لینڈ کر چکا تھا۔ تب سب نے دیکھا کہ طارق سومرو لوگوں کے درمیان لڑکھڑاتے ہوئے وہاں پہنچے۔
"اماں..." وانیہ ماں سے لپٹ کے دھاڑیں مار مار کے رونے لگی۔ طارق سومرو اور پاکیزہ کی نظریں ملیں تو دونوں نے بے بسی سے سر جھکا لیے۔
تابوت کے ساتھ ویران چہرہ لیے شاہ جہاں بھی تھا۔ اپنوں کو دیکھا تو گلے لگ کے رو پڑا کہ دونوں میں بہت دوستی بھی تھی۔
طارق سومرو پاکیزہ شاہ جہاں اور وانیہ میت کے ساتھ ایمبولینس میں بیٹھ گئے۔ بند پیٹی تھی... تابوت... پاکیزہ کو اپنے لاڈلے بیٹے کا چہرہ شیشے سے دکھائی دے رہا تھا۔ طارق سومرو نے سر جھکا رکھا تھا۔ شاہ جہاں کے تو رو رو کے آنسو ہی خشک ہو چکے تھے۔ وانیہ کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔
اور پھر وہ ہمیشہ کے لیے منوں مٹی تلے جا سویا اور سب پیچھے رہ گئے۔ پاکیزہ کی زندگی میں اب بیٹے سے جدائی کا دکھ بھی شامل ہو گیا تھا۔ ہر وقت ہی آنکھیں آنسوؤں سے بھری رہتیں۔ اس کی ذات اندر سے کھوکھلی ہوتی جا رہی تھی۔ طارق سومرو کو بھی جہانگیر کی موت نے مار ہی ڈالا تھا۔ وہ جو بہت اکڑی ہوئی گردن سے کہتے تھے کہ ان کے بازو مضبوط ہیں۔ وہ دو جوان بیٹوں کے باپ ہیں تو انہیں ان کی اپنی ہی نظر کھا گئی تھی۔ ان کا بازو کٹ کے مٹی میں جا دفن ہوا تھا۔ ان کے لاڈلے شہزادے نے شہر خاموش میں ٹھکانہ بنا لیا تھا۔
وانیہ ماں سے ملنے آئی تو ماسی نے ہی بتایا کہ وہ ٹھیک نہیں ہیں... پاکیزہ کی طبیعت بگڑنے لگی تھی وانیہ گھبرا گئی۔ انہیں فوراً اسپتال پہنچایا گیا جہاں ڈاکٹر نے بتایا کہ انہیں ایڈمٹ کرنا پڑے گا۔ وہ خطرے سے باہر تھیں۔ لیکن ڈاکٹرز نے یہ کہہ کے وانیہ سومرو کو الجھن میں ڈال دیا تھا کہ ان کے مزید کچھ ٹیسٹ بھی کرنے پڑیں گے کہ ان کی بعض رپورٹس کا رزلٹ حوصلہ افزا نہ تھا۔
"اس سے کیا... میرا مطلب کہ آپ کیا بتانا چاہ رہے ہیں... مجھے سب بات صاف صاف بتائیں۔"
"دیکھیں ان کے بلڈ کے ٹیسٹ میں کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ وہ کسی دوسری بیماری سے بھی گزر رہی ہیں۔ آئی مائیٹ بی رانگ... بٹ ٹیسٹ آر امپارٹنٹ..."
"شیور... وائے ناٹ... بٹ لٹ می کلیئر... واٹ اٹ مائیٹ بی..."

"اللہ نہ کرے۔۔ بٹ بلڈ کینسر۔۔" ڈاکٹر نے جو کہا تھا اس نے وانیہ کو آسمان سے نیچے گرا دیا تھا۔ اس نے سر پکڑ لیا اور پھر وانیہ کی دن رات کی عبادتوں کا نتیجہ نکلا کہ ڈاکٹرز کا شک غلط ثابت ہوا۔

"وانیہ۔ کہاں گئی تھیں بیٹا۔۔" وانیہ دیکھ رہی تھی کہ جہانگیر کی ڈیتھ کے بعد سے ہی طارق سومرو بالکل ہار گئے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وانیہ کی طرف آ جاتے۔ اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے۔

"بابا سائیں۔۔ اماں کو اسپتال لے کے گئی تھی۔۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تو طارق سومرو نے اس کی جانب دیکھا۔

"بابا اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" وہ گرنے کے انداز پہ صوفے کی بیک سے سر لگا کے بہتے آنسوؤں سے اپنی تکلیف کا احساس دلانے لگی۔۔

"بابا سائیں۔۔" وانیہ نے انہیں پکارا۔ لیکن وہ چپ چاپ باہر نکل گئے۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے ان کے کمرے میں چلی آئی۔

"بابا سائیں۔۔ میں اماں کے پاس جا رہی ہوں۔۔" وانیہ نے کہا۔ عادلہ ماما بھی وہیں تھیں۔

"کیوں۔۔" بابا سے پہلے انہوں نے تیوری چڑھا کے پوچھا۔ وانیہ نے خاموشی سے طارق سومرو کی جانب دیکھا گویا ان کی بات کو اگنور کر رہی ہو۔

"کیوں وانیہ۔۔"

"بابا سائیں اماں کو اس بیماری میں میرے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"بھتیجے کے کرتوتوں پہ روگ لگ گیا ہوگا۔۔" انہوں نے پھر مداخلت کی تو وانیہ کو غصہ آ گیا۔

"آپ چپ رہیں۔۔ میں بابا سائیں سے بات کر رہی ہوں۔۔"

"میرے ساتھ ذرا تمیز سے بات کرنا۔۔"

"تم تو چپ کرو عادلہ۔۔ وہ مجھ سے بات کر رہی ہے۔" طارق سومرو نے ہلکے سے غصے سے کہا تو وہ اٹھ گئیں۔

پاکیزہ کی بیماری نے ان کا دل ایک دم جیسے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ وقت نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ پاکیزہ کے ساتھ ان سے بہت زیادتی ہو گئی تھی۔ عادلہ بیگم صرف رنگین تتلی ہی نکلیں مگر اب بھرم تو رکھنا تھا کہ ہارنا ان کی موت تھی۔

"بابا سائیں اماں کو کوئی بیماری تو نہیں مگر وہ دن بہ دن کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔" وہ باپ کے قدموں پہ سر رکھ کے رو دی۔ کچھ تھکے ہوئے آنسو طارق سومرو کی آنکھوں سے نکل کے وانیہ کے بالوں میں کہیں کھو گئے۔

"بابا سائیں۔۔ ارسلان بے گناہ ہے۔۔ آپ جانتے ہیں نا۔۔ پلیز اسے معاف کر دیں۔۔"

"وانیہ محسن کے بابا جان اسے معاف کرنے کو تیار نہیں ۔۔۔ اور ان کے معاف کیے بنا وہ باہر نہیں آ سکتا۔" انہوں نے کہا تو وانیہ نے بے ساختہ ان کی جانب دیکھا گویا ان کی خواہش تھی کہ وہ آزاد ہو جائے۔

"بیٹا کبھی کبھی انسان اپنے ہی جال میں اس بری طرح پھنس جاتا ہے کہ موت ہی اسے اس سے آزاد کر سکتی ہے۔ یہ جان لو کہ میں ایسے ہی شکنجے میں پھنس گیا ہوں۔ جہانگیر بھی مجھ سے اس شادی کے کرنے پہ ناراض تھا۔ میں بہت تنہا ہو گیا ہوں۔۔"

"آپ نے یہ سب اپنے لیے خود کیا ہے۔۔"

"ہاں۔۔ اس سے انکار تو نہیں۔۔ اسی لیے اب سزا بھی تو سہ رہا ہوں۔" وہ اداسی سے مسکرائے۔

"اور سنو کل مجھ سے رقم لے لینا اور اپنی اماں کے پاس چلی جانا اور باقاعدگی سے ڈاکٹر کو دکھانا اور اگر ذرا سی بھی اس کے دل میں میرے لیے جگہ ہوئی تو اسے کہنا کہ مجھے معاف کر دے۔۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولے تو وہ روتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

عادلہ کے باہر آنے سے پہلے ہی وہ کروٹ لے کے لیٹ گئے۔۔ ساری رات ایک عجیب سی بے چینی ان کے ہمراہ رہی ایک پل نیند ان کے قریب نہ آئی۔ اٹھ کے دوسرے کمرے میں چلے آئے جہاں انہوں نے پاکیزہ کے ساتھ چھبیس ستائیس سال گزارے تھے۔

"طارق کیا میں صرف آپ کی ضد ہوں...
جب میں اتنی گھٹیا نسل سے تھی تو کیوں لائے تھے مجھے اپنا نام دے کے...
مجھے یقین ہے کہ آپ میرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کریں گے..."

اور پھر میں نے تمہارے ساتھ جو کیا وہ الگ ارسلان بھی میری ضد کی بھینٹ چڑھ گیا...
انہوں نے ماضی میں جھانکا اپنی ذات کا حساب کتاب کرنے بیٹھے تو ہر طرف اپنی کوتاہیاں ہی نظر آئیں۔ اب نام نہاد عزت کا بھرم اپنی غلطیوں کو جاری رکھ کے رکھنا تھا۔ یہ بھی کوئی سمجھے تو سزا ہی تھی۔ اگر کوئی نہیں سمجھ رہا تھا تو کم از کم طارق سومرو کو خود تو علم تھا کہ وہ کیا سہہ رہے تھے اور کیا اب ان کو برداشت کرنا تھا۔

٭ ٭ ٭

میں جانتا ہوں کہ جب تمہیں موقع ملا... مجھے بتاؤ گی کہ طارق سومرو نے کیسے تمہیں مجبور کیا تھا... تم اب بھی مجھے اتنا ہی پیار کرتی ہو جتنا تمہیں دعوا تھا۔ لیکن یہ یاد رکھنا وانیہ کہ میں اب کے تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ چاہے تمہاری محبت کی شدت جتنی بھی ہو... میں اب کے صرف تمہیں برباد کروں گا اگر تقدیر نے مجھے بھی تمہارے سامنے لا ہی کھڑا کیا۔

تم میرے ساتھ ہر بار کھیلیں۔ ہر بار میں تمہارے دھوکے میں پھنس جاتا تھا کہ دل کم بخت پہلی بار تمہارے لیے ہی تو دھڑکا تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مڑ کے جب بھی دیکھتا ہوں تو اپنی بربادی کا پہلا مجرم طارق سومرو اور پھر تم نظر آتی ہو۔

رل مل کے خوب بگاڑی ہے
ساڈے پیار دی کھیڈ رقیباں نے
کج توں وی اکھیاں پھیر لئیاں
کج ماری چوٹ نصیباں نے

اس کے ساتھ موجود قیدی واجد اپنی سوز بھری آواز میں ہر وقت ہی عطاءاللہ کے گانے گنگناتا رہتا تھا۔ ارد گرد موجود باقی قیدی اس کے گرد جمع ہو کے تالیاں بجانے لگے۔

سانوں کا دے شکوے غیراں نال
جد سنجناں کیتیاں ٹھگیاں نے
ہتھ پھڑ کے کج وی وسدے نہیں
سانویں کیہڑیاں مرضاں لگیاں نے
لہو جسم دا سارا نچڑ گیا
نہیں لبھا روگ طبیباں نے

"ارے پیارے لگتا ہے تجھے بھی عشق کی چوٹ ہی لگی ہے... یہ کم بخت عشق چہرے پہ اداسی کے رنگ کیوں مل دیتا ہے۔" ارسلان سونے کی تیاری کر رہا تھا جب واجد اس کی طرف مڑا۔
"نہیں یار... محبت نہیں نفرت کی وجہ سے یہاں تک پہنچا ہوں۔" ارسلان نے سر جھکا لیا۔
"کس سے نفرت تھی۔ محبوبہ کے محبوب سے... اتنی نفرت اسی سے ہو سکتی ہے۔" وہ سرگوشی کرنے کے انداز میں پاس آ کے بولا۔
"خود محبوبہ سے..."
"اسے کسی اور سے محبت تھی کیا؟؟"
"نہیں... مجھ سے ہی تھی..." آج جی چاہ رہا تھا کہ کوئی اس ذکر کو چھیڑے اور وہ اپنے دل کی بھڑاس خوب نکالے۔
"اور تجھے کسی اور سے..." اس نے اندازہ لگایا۔
"نہیں اسی سے ہے بھی... تھی بھی اور رہے گی بھی..." وہ اس حقیقت سے کیسے بھلا منکر ہوتا کہ یہی سچ تھا۔
"انتظار کرے گی تیرا..."
"پتا نہیں... میرے قاتل ہونے کی گواہی دینے کے بعد شاید مایوس ہو کے کسی سے شادی کر ہی لے۔"
"ارے جگر یہ کیسی محبت تھی کہ گواہی بھی دے دی اور شادی بھی کسی اور سے کر لے گی۔" اسے یقین نہ آیا۔
"ہوتا ہے ایسا بھی کبھی کبھی..."

"سنا ہے بڑی عدالت میں کل تیرا فیصلہ ہے۔"

"ہاں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میری موت کا فیصلہ ہی آئے گا۔"

"نہ یار۔ مایوس کیوں ہوتا ہے۔ شہزادے تیرے جیسے جوان تو زندگیاں جینے کے لیے ہوتے ہیں۔"

"اب کوئی آس ہی نہیں جینے کی۔ تو مایوسی کیسی۔ ہاں ایک ہی خوشی ہے کہ ماں۔ میری ماں میرے دعا والے ہاتھ۔ ماں کے کھلے بازو جن میں سمانے کی خواہش ہے ماں نہ ہوتی تو چاہے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کے کوئی ختم کر دیتا یا اپنے ہی دکھوں کی دیمک سے مر جاتا۔ کیا فرق پڑتا۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ محسن کے باپ نے اسے معاف کر دیا تھا۔ اس کی رہائی کا پروانہ آگیا اور معمول کی کارروائی کے بعد اسے آزاد کر دیا گیا۔ شام کا وقت تھا جب وہ اپنے گھر کا دروازہ بجا رہا تھا۔

دانیہ کو توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی آجائے گا۔ وہ اس کے آنے سے پہلے وہاں سے نکلنا چاہ رہی تھی مگر۔

"تم۔ تم یہاں میرے گھر میں۔" اسے دیکھ کے ارسلان کا دماغ گھوم گیا۔ دانیہ نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"ہٹو میرے راستے سے اور پانچ منٹ کے اندر اندر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ مجھے تمہاری صورت سے بھی نفرت ہے۔" وہ نفرت سے پھنکار کے بولا۔

"وہ۔ ماں کی طبیعت۔"

وہ اسے دھکا دے کے اندر ماں اور پاکیزہ کے پاس چلا آیا جو کافی کمزور ہو گئی تھیں۔

"میرا بچہ۔ میرا سنی۔" وہ اسے خود سے لگا کے روتی چلی گئیں۔

"بس ماں اب اور نہیں روئیں گی۔ میں آگیا ہوں نا۔"

"آپ کیوں اتنی کمزور ہو گئی ہیں پھپھو۔" وہ انہیں دیکھ کے پریشان ہو گیا۔

"چھوڑ مجھے۔ تو بتا کیسے تیری رہائی ممکن ہوئی۔"

دروازے پہ کھڑی دانیہ کا دل جیسے کوئی مٹھی میں مسلنے لگا۔ جی چاہ رہا تھا کہ جائے اور اسے بتائے کہ بدلے میں اس کی زندگی تختہ دار پہ چڑھی ہے۔ اس کے گلے میں پڑنے والا پھانسی کا پھندا اب دانیہ سومرو کے گلے میں ڈالے گا۔ وہ تو ایک ہی دفعہ سانسوں کی ڈور سے آزاد ہو جاتا لیکن وہ تو پل پل سولی چڑھے گی۔ اس نے اپنی محبت کا ثبوت دینے کے لیے خود کو قربان کر ڈالا تھا۔

"مجھے خود نہیں پتا کہ سب کیسے ہوا۔"

"میں دانیہ سے کہتی ہوں کہ تمہارے لیے کھانے کا بندوبست کرے۔" انہوں نے اس سے نظریں چراتے ہوئے کہا کہ وہ جانتی تھیں کہ وہ اس سے کوئی اچھا سلوک نہیں کرے گا۔

"پھپھو۔ دانیہ سے کہہ دیں کہ یہاں سے چلی جائے۔ میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ میں انسان سے وحشی بن جاؤں۔" اس نے کہا تو پاکیزہ نے بے بسی سے مڑ کے اسے دیکھا مگر اس کے چہرے پہ کوئی نرمی نہ تھی۔

"سنی کیا پاگل پن ہے یہ۔ اپنی پھپھو کی ہی خاطر کچھ برداشت کر لو۔" ماں نے اسے ڈانٹا۔ پاکیزہ باہر آئیں تو وہ سامنے ہی کھڑی تھی۔

"دانیہ اس کے دل کے زخم بہت گہرے ہیں۔" انہوں نے اسے خود سے لگاتے ہوئے کہا تو دانیہ جبراً" مسکرائی۔

"میں صرف کچھ باتیں کر لوں ارسلان سے پھر بابا سائیں کی طرف چلی جاؤں گی۔" وہ اندر آئی تو وہ اسی طرح سر دونوں ہاتھوں میں پکڑے بیٹھا تھا جیسے پاکیزہ اسے چھوڑ کے گئی تھیں۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔" اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے ارسلان نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

"مجھے اپنے بارے میں نہیں بلکہ ماں کے متعلق بات کرنی ہے۔" وہ خاموش ہو رہا گویا ہمہ تن گوش تھا۔

"ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"تمہیں اور طارق سومرو کو ان کی ٹینشن لینے کی

ضرورت نہیں۔۔۔ ایک نیکی کرو ان کے ساتھ کہ انہیں اپنے اور اپنے باپ کے وجود کی نحوست سے آزاد کردو۔۔۔ وہ خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔ کیا اب تم جا پاؤ گی۔۔۔" وہ مڑی تو وہ اس کے سامنے آگیا۔

"ا۔۔۔ سلان۔۔۔" وہ گھبرائی۔

"اب تم نہیں جاؤ گی۔۔۔ اب طارق سومرو آئے گا اور اپنی ذلت کا کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ ساری دنیا کو بتاؤں گا کہ طارق سومرو کی بیٹی وانیہ سومرو اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی ہے۔" ارسلان نے اسے بازو سے پکڑ کے اپنی جانب کھینچا۔

"نہیں۔ ارسلان۔۔۔ میں نہیں رک سکتی۔۔۔ پلیز ارسلان۔۔۔ جمعے کو میری رخصتی ہے۔۔۔" بتا کے فوراً وہاں سے جانا چاہا تو وہ اس کے سامنے آگیا۔

"اتنی آسانی سے میں تمہیں اپنے ساتھ کھیلنے تو نہیں دوں گا۔۔۔ مار ڈالوں گا اس شخص کو بھی اور تمہیں بھی۔۔۔"

"ارسلان میں نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا اس پہ شرمندہ ہوں۔۔۔"

"بس شرمندہ ہو کے تم ازالہ کر لو گی۔۔۔"

"تو پھر کیا کروں۔۔۔"

"میں اگر زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوں تو پھر تم کیسے اتنی آسانی سے زندگی کی خوشیاں حاصل کر سکتی ہو۔" وہ اسے سختی سے بازو سے پکڑتے ہوئے بولا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"یہ تو طے ہے کہ تم میرے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتیں۔۔۔ لیکن قیمت تم نہیں بلکہ میں لگاؤں گا۔"

"میں اپنی قیمت خود لگا چکی ہوں۔۔۔ بہت بڑی قیمت لگی ہے میری۔۔۔ اور میں بہت خوش ہوں۔۔۔"

"نوچ کے پھینک دوں گا تمہارے چہرے پہ چھائی ہر خوشی کو۔۔۔ اگر خوش میں نہیں رہ پایا تو تمہیں تو خوش رہنے کا کوئی حق ہے ہی نہیں۔"

"ارسلان میں نے جانا ہے۔۔۔ میری کمٹ منٹ ہے پلیز۔۔۔" وہ رو پڑی۔

"اچھا۔۔۔" وہ طنزاً ہنسا۔

"تم نے ساری زندگی سوائے مردوں سے کمٹ منٹ کرنے کے کیا ہی کیا ہے۔۔۔ تمہارے منہ کو صرف بھوک لگی ہوئی ہے۔۔۔ تمہاری نیت کبھی نہیں بھرے گی۔" وہ اسے کمرے کی طرف دھکیلتے ہوئے حقارت سے بولا اور باہر سے کمرے کو بند کر دیا۔ وہ چیخ چیخ کے دروازہ پیٹنے لگی۔

"ارسلان۔۔۔" ماما اور پاکیزہ پھپھو بھاگ کے اس کی طرف آئیں۔

"کوئی اس معاملے میں نہیں بولے گا۔۔۔ کہہ دیا ہے میں نے۔۔۔" وہ پوری قوت سے دھاڑا۔

"پاگل ہو گئے ہو ارسلان۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ کھولو دروازہ آنے دو اسے باہر۔۔۔" ماما نے اسے کھینچتے ہوئے اپنی جانب موڑا۔

"ارسلان میرے بچے۔۔۔ کیا کر رہے ہو۔۔۔" پاکیزہ پھپھو کا دل کانپنے لگا۔

"کوئی دروازہ نہیں کھولے گا میں بھی دیکھتا ہوں کہ طارق سومرو کیسے ایک دفعہ پھر میری زندگی سے کھیلتا ہے۔" وہ قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

"ارسلان تم طارق سومرو سے جو مرضی ہے انتقام لو مگر اندر جسے تم نے بند کر رکھا ہے وہ میری بیٹی ہے۔۔۔ اس کی خاطر میں جان بھی دے سکتی ہوں۔۔۔" ارسلان کی ماما نے اپنا سر پکڑ رکھا تھا۔

"پھپھو۔۔۔ بس اتنا ہی رشتہ تھا ہمارا۔۔۔" اس کی آواز پھٹ گئی۔۔۔ صدمے سے وہ گھر سے ہی نکل گیا۔ پاکیزہ نے جلدی سے کمرے کا دروازہ کھولا اور وانیہ کو سینے سے لگا لیا وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"ماں مجھے جانا ہے۔۔۔ میری اس جمعے کو شادی ہے۔ میں نے اپنی قسمت کے آگے سر جھکا لیا ہے۔" وہ بولی تو پاکیزہ کے ساتھ ساتھ مامی نے بھی ایک جھٹکے سے سر اٹھایا کہ وہ اپنے بیٹے کے دل سے واقف تھیں جو وانیہ کی محبت میں گرفتار تھا۔ پر وہ ضرور تھا ماں بیٹے کے درمیان مگر انہوں نے اسے اپنے دوست سے گفتگو کرتے ہوئے سن لیا تھا۔ وہ جان

گئیں کہ وہ ایسے کیوں ری ایکٹ کر رہا ہے۔ لیکن وہ خود کو اس معاملے میں بے بس پاتیں تھیں۔

"وانیہ کہاں ہو رہی ہے تمہاری شادی بچے۔۔۔ کس نے طے کی ہے۔" پاکیزہ نے فکر مندی سے پوچھا تو وانیہ نے کچھ جھوٹ اور کچھ سچ ملا کے انہیں جواب دیا۔

"ماں بابا سائیں نے ہی طے کر دی ہے۔" اگر وہ یہ بتا دیتی کہ اس نے خود ہی طے کر لی ہے تو وہ اسے ارسلان کی طرح بند ہی کر دیتیں۔

"مگر وہ ہے کون۔۔۔"

"بابا سائیں کا ہی کوئی جاننے والا ہے۔" اس نے کہہ کے سر جھکا لیا۔

"تم اس سے ملی بھی ہو۔۔۔ دیکھا بھی ہے یا نہیں۔۔۔؟"

"جی اماں دیکھ رکھا ہے۔۔۔ آپ نہیں جانتیں۔۔۔"

"تمہیں پسند ہے وہ۔"

"جی اماں۔۔۔" اس نے روتے ہوئے اقرار کیا۔ ماں کیا تم نہیں جانتی کہ میں کسے پسند کرتی ہوں۔ یہ سوچتے ہوئے اس کا دل خون کے آنسو رو پڑا۔

"ماں میرے لیے دعا کیجیے گا کہ اللہ مجھے ہمت دے۔ میں شادی کے بعد اپنے میاں کے ساتھ آؤں گی۔" پاکیزہ نے اسے سینے سے لگا کے اپنے دل کا غبار نکالا اور وانیہ روتی ہوئی وہاں سے نکل گئی اور اگلے ہی دن دوبارہ بے چینی سے گھبرا کے ماں کے پاس چلی آئی۔

"وانیہ مجھے بتا تو سہی وہ کون ہے جسے طارق سومرو نے تیرے لیے چنا ہے۔ تو خوش تو ہے۔۔۔" انہوں نے اس کے آنے پہ کئی بار کا پوچھا ہوا سوال دہرایا اور ہمیشہ کی طرح وہ ان کا ہاتھ تھام کے ہنس پڑی۔

"ماں بہت سکون میں ہوں۔۔۔ اتنا سکون کہ اب خود سے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ کوئی گلہ نہیں۔۔۔" وہ واقعی کافی پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔ ارسلان کا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے اور اس کے چہرے پہ چھائے سکون کو برباد کر دے لیکن ضبط کا دامن نہ چھوڑا۔

وہ گئی تو ارسلان ماں کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا اور دونوں رات گئے تک باتیں کرتے رہے۔

اپنے کمرے میں آیا تو بے چینی نے کچھ ایسا محاصرہ کیا کہ سگریٹ پہ سگریٹ پھونکتا چلا گیا۔

تیرے پیار کی تمنا غم زندگی کے سائے بڑی تیز آندھیاں ہیں یہ چراغ بجھ نہ جائے تیرے پیار کی تمنا۔۔۔۔۔

اس کو ایک ایک بات یاد آ رہی تھی اپنی وانیہ سے محبت کی داستان کا پہلا صفحہ۔۔۔ اسے جب یہ ادراک ہوا کہ وہ تو اسی کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے، جو اس سے بے انتہا نفرت کرتی تھی۔ اس نفرت میں اتنی شدت تھی کہ ارسلان کو اپنی محبت کا چراغ جلائے رکھنا مشکل ہو گیا۔

ہے عجیب داستاں کچھ یہ ہماری داستاں بھی
کبھی تم سمجھ نہ پائے کبھی ہم سنا نہ پائے
تیرے پیار کی تمنا۔۔۔۔۔

اور جب ارسلان کی محبت پہ وانیہ کی نفرت حاوی ہو گئی تو اس نے اس کی محبت کو صرف اپنی ذات تک محدود کر لیا۔ اس کے وجود میں عجیب سی کشمکش جاری رہتی جس نے اس کی شخصیت کو بھی بری طرح متاثر کیا۔ کوئی کام بھی اس سے مکمل نہ ہو سکا۔

کوئی حل تو ہی بتا دے میرے دل کی کشمکش کا
تجھے بھولنا بھی چاہوں تیری یاد بھی ستائے
تیرے پیار کی تمنا غم زندگی کے سائے
بڑی تیز آندھیاں ہیں یہ چراغ بجھ نہ جائے

"پاکیزہ میرا سنی وانیہ سے بہت پیار کرتا ہے۔۔۔ تم طارق سومرو سے ایک دفعہ بات تو کرو۔ شاید وہ مان جائیں۔" ماں کے دل پہ بیٹے کی تکلیف سے زخم پہ زخم لگ رہے تھے۔ اس کے کمرے سے آنے والے گانے کی آواز ان کا دل چیر رہی تھی۔

"بھابھی میں کیا کروں۔۔۔ مجھے کچھ نہیں سمجھ آ رہی۔۔۔" پاکیزہ بھابھی کا ہاتھ تھام کے رو پڑیں۔

"پاکیزہ اگر تم طارق سومرو سے بات کرو تو۔۔۔"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہی ہوں مگر اب جب کہ اس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے تو کیا وہ اپنے فیصلے سے پیچھے

ہے گا۔" وہ عجیب کشمکش میں تھیں۔

صبح ناشتے کے بعد جب بھابھی ہمسائے میں کسی بیمار کی مزاج پرسی کرنے گئیں تو پاکیزہ ارسلان کی طرف چلی آئیں۔

"ارسلان۔۔" وہ جو اپنے بستر پہ آڑھا ترچھا لیٹا تھا پاکیزہ کی آواز پہ فوراً "سیدھا ہوا۔

"جی پھپھو۔" اس نے نظریں چرائیں مگر اس کے چہرے پہ اس کی شب خوابی کی طویل داستاں رقم تھی۔

"ارسلان ادھر میری طرف دیکھو۔۔" پاکیزہ نے اس کا چہرہ تھامتے ہوئے کہا تو وہ زبردستی مسکرا دیا۔

"کیا بات ہے پھپھو۔۔"

"کیا تم وانیہ سے محبت کرتے ہو۔۔"

"پھپھو۔۔ یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔" اس نے چہرے کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔

"میں اس کی اگر ماں ہوں تو تم بھی میرے ہی بیٹے ہو۔۔ کیا تمہارے دل کی آواز میرے کانوں کو سنائی نہیں دے رہی۔"

"نہیں سنائی دی آپ کو میری آواز۔۔ اگر سنائی دی ہوتی تو اسے جانے نہ دیتیں۔ آپ صرف اسی کی ماں ہیں۔" وہ ناراضی سے بولا۔

"میری جان ایسا نہیں ہے۔۔ مجھے اس سے کسی طرح بھی کم نہیں ہو تم۔۔ میں جاؤں گی طارق سومرو کے پاس۔۔ میں اپنے بیٹے کی جنگ ضرور لڑوں گی۔۔" وہ پرعزم تھیں۔

☆ ☆ ☆

طارق سومرو نے جب سنا کہ وانیہ شادی کرنا چاہ رہی ہے اور وانیہ نے طارق سومرو کو یہ بتایا کہ بارات اسی جمعے کو آئے گی۔

"کون ہے بیٹا۔۔ جس سے تم شادی کرنا چاہ رہی ہو۔۔" انہوں نے پوچھا۔

"بابا سائیں۔۔ ماں نے ایسا چاہا ہے۔۔ ان کا یقین کریں۔" وہ مسکرائی۔

ارسلان۔۔ طارق سومرو کا پہلا دھیان اسی کی طرف گیا جس پہ انہیں قطعاً "کوئی اعتراض نہ تھا۔

"لیکن بتانے میں کیا حرج ہے میری جان۔۔"

"بابا سائیں شاید جاننے کے بعد آپ اور چھوٹی ماما اسے قبول ہی نہ کریں۔۔ تو پھر۔۔" وہ مسکرائی۔

"کیوں۔۔ ہم بھلا کیوں اعتراض کریں گے۔۔ لیکن یہ بتاؤ کہ ۔۔ اس کا نام۔۔"

"اس کا نام جو بھی ہے بس وہ میری خوشی ہے۔ آپ چھوٹی ماما سے شیئر نہ کیجیے گا۔۔ بس مجھے سادگی سے رخصت کر دیں۔" اس نے ان کی بات کاٹ دی اور وہاں سے نکل گئی۔

نہیں میری جان اب میں تمہاری چھوٹی ماما کو بھی تمہاری خوشیوں کی راہ میں نہیں آنے دوں گا۔ اسے اب سب کچھ بھول کے تمہاری خوشی کو قبول کرنا ہوگا۔ میں خود ارسلان سے جا کے معافی مانگوں گا۔ اپنی غلطی کی معافی مانگوں گا۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا۔

اسی شام پاکیزہ طارق سومرو کے سامنے تھیں۔

"پا۔۔ کیزہ تم۔۔ یہاں۔۔" انہیں اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا۔ عادلہ بیگم نے نخوت بھرے انداز میں انہیں دیکھا۔

"عادلہ آپ اپنے کمرے میں جائیے۔ پاکیزہ میری بیوی ہے۔۔ یہ اس کا بھی گھر ہے۔ اس کا جب جی چاہے گا آئے گی جائے گی۔" انہوں نے انتہائی غصے سے کہا تو وہ منہ بناتی کمرے سے چلی گئیں۔

"سائیں۔۔ وہ دھکے بھولی تو نہیں مگر قسمت جھولی پھیلا کے اس در پہ لانے کا بار بار اہتمام کر ڈالتی ہے۔۔ چاہے ہر بار ہی ٹھوکریں مقدر میں لکھی ہوں۔" وہ روہانسی آواز میں بولیں تو وہ تڑپ کے اس کے پاس آئے۔

"پاکیزہ میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"سائیں بڑے مان سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔"

"آج تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔۔ مانگو بلکہ مجھ سے میری جان ہی مانگ لو۔" وقت نے انہیں بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔

"ارسلان کو قبول کرلیں سائیں۔۔۔" پاکیزہ نے بات بدل ڈالی۔

"ہاں وانیہ کی خوشی اسی میں ہے اور پاکیزہ تمہاری بھی۔"

"کیا مطلب۔۔۔" وہ ان کے جواب پہ الجھیں۔

"بھئی وانیہ اور ارسلان کی شادی ہو رہی ہے اس جمعے کو۔۔۔" انہیں جھٹکا لگا۔

"تو کیا آپ کو نہیں پتا اس بات کا کہ وانیہ اور ارسلان کی شادی ہو رہی ہے۔۔۔" طارق سومرو کو حیرانگی ہوئی۔

"لیکن سائیں۔۔۔ وہاں تو کسی کو بھی نہیں پتا۔۔۔ یہاں تک کہ ارسلان کی ماں تک کو نہیں پتا۔۔۔" وہ پریشان ہو گئیں۔

"کیا مطلب۔۔۔"

"آپ سے کس نے ارسلان کے سلسلے میں بات کی ہے سائیں۔۔۔" پاکیزہ نے پوچھا۔

"خود وانیہ ہی بات کر رہی تھی۔۔۔"

"لیکن اور کسی نے آپ سے کوئی بات نہیں کی نہ ہی بھابھی سے تو پھر۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ وانیہ کہہ رہی تھی کہ ماں نے رشتہ طے کیا ہے۔"

"سائیں۔۔۔ مگر وہ تو کہہ رہی تھی کہ۔۔۔"

"السلام علیکم اماں۔۔۔" وانیہ ماں کو دیکھ کے خوشی سے دیوانی ہو گئی اور بھاگ کے لپٹ گئی۔

"وانیہ۔۔۔ پہلے میری بات کا جواب دو۔۔۔" طارق سومرو نے سنجیدگی سے اسے متوجہ کیا۔

"وانیہ۔" پاکیزہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"جی بابا سائیں۔۔۔"

"بیٹا آپ کس سے شادی کر رہے ہو۔۔۔ کیا وہ ارسلان نہیں ہے۔" انہوں نے ڈائریکٹ سوال کیا۔

"بابا سائیں۔۔۔ میں نے ارسلان کا نام نہیں لیا تھا۔۔۔"

"تو پھر۔۔۔ کم از کم ہمیں اس سے ملواؤ تو سہی۔۔۔ کون ہے وہ۔۔۔ کس کا بیٹا ہے۔۔۔"

"بابا جان علی نام ہے اس کا۔۔۔" اس نے سر جھکاتے ہوئے کہا تو پاکیزہ کے دل میں اداسی نے یکدم قبضہ کر لیا۔

"کیا تمہیں ارسلان سے محبت نہیں۔۔۔" پاکیزہ نے پوچھا۔

"اماں۔۔۔ یہ سب باتیں بے معنی ہیں اس وقت جب میری شادی علی سے ہو رہی ہے۔" اس نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"کون ہے یہ علی اور کہاں سے آیا ہے کس کا بیٹا ہے۔۔۔؟"

"اچھا خاندان ہے بابا آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔"

"ملواؤ پہلے مجھے اس سے۔۔۔ شادی کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔"

"شادی کا فیصلہ بعد میں نہیں بلکہ ہو چکا ہے بابا سائیں۔۔۔ جمعے کو بارات ہے۔۔۔"

"کیسے ہو گیا ہے فیصلہ۔۔۔ لڑکے سے تو ملواؤ۔" پاکیزہ نے کہا۔

"کچھ ہی دن ہیں اماں مل لیں گی آپ بھی۔۔۔"

"لیکن مجھے ارسلان۔۔۔" طارق سومرو نے کچھ کہنا چاہا تو وانیہ نے انہیں ٹوک دیا۔

"بابا ارسلان کو ڈسکس مت کریں۔ اس کا اور میرا نہ کوئی تعلق ہے اور نہ کوئی رشتہ۔۔۔ اور کبھی اگر تھا تو اب نہیں ہے۔" وہ کہہ کے کمرے سے چلی گئی۔

پاکیزہ نے کئی گھنٹے اسے سمجھانے میں لگائے۔۔۔ مگر اس کی ایک ہی تکرار تھی کہ اس کی محبت ایک طرف اب بات اس کی کمٹ منٹ کی ہے اور وہ علی سے وعدہ کر چکی ہے۔ مایوس ہو کے پاکیزہ پلٹ آئیں۔ اسے پاکیزہ کی واپسی کا پتا تھا مگر باہر نہ آیا۔ البتہ کان میں آوازیں پڑ رہی تھیں۔

"کیا۔۔۔ طارق سومرو ارسلان اور وانیہ کی شادی چاہ رہے ہیں۔۔۔ تو پھر وانیہ۔۔۔ جب ارسلان سے محبت کرتی ہے تو پھر کیوں پاکیزہ۔۔۔" ارسلان کو ماما کی بھرائی ہوئی آواز تڑپا گئی۔

"میں نے بہت کوشش کی ہے بھابھی مگر وہ اڑی ہوئی ہے۔ ناجانے کیوں۔۔۔ حالانکہ میں نے اس کی آنکھوں میں ارسلان کی محبت کا رنگ دیکھا ہے۔۔۔ وہ ایسی نہیں تھی بھابھی جیسی ارسلان کی محبت نے اسے بنا دیا تھا وہ بہت ضدی، ہٹ دھرم اور بگڑی ہوئی لڑکی تھی۔۔۔ ارسلان کی محبت کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ بدلتی چلی گئی۔۔۔ لیکن اب۔۔۔ مجھے اس کی آنکھوں میں گہری اداسی دکھائی دیتی ہے۔ وہ ناجانے کس الجھن میں ہے۔ اور اچانک سے یہ علی جس کا کبھی نہ نام سنا ہے اور نہ ہی سائیں اسے جانتے ہیں۔۔۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"پاکیزہ میرا بچہ۔۔۔ کیا زندگی میں صرف ناکامیاں سمیٹنے آیا ہے۔۔۔" ماما رو پڑیں۔

"بھابھی۔۔۔" پاکیزہ بھی رو پڑیں۔

"میری خود بھی بڑی خواہش تھی کہ میرے بیٹے کو اس کے دل کی خوشی مل جائے۔۔۔ وہ اچھی لگتی ہے مجھے بھی۔۔۔" وہ اٹھا اور بیڈ پہ لیٹ گیا۔ رات کھانے کے لیے ماما بلانے آئیں تو اس نے یوں ظاہر کیا کہ جیسے سو رہا ہو۔ وہ پلٹ گئیں۔

وہ ساری رات محبت کی خراج بن گئی۔ بے چینی، بے خوابی، بے قراری، نیند آنکھوں سے بھاگ گئی تھی۔

ارسلان وقت ہاتھ سے نکل گیا تو عمر بھر کے لیے بے خوابی مقدر بن جائے گی۔۔۔ اسے اسی سے مانگ لو۔۔۔ فون کرلو اسے۔۔۔ اب راہ میں کوئی دیوار نہیں ہے۔۔۔ چھوڑ دو اس انا کو۔۔۔ محبت میں یہ انا پرستی کیسی۔۔۔ اٹھاؤ فون۔۔۔ کوئی اس کے اندر چیخ چیخ کے کہہ رہا تھا۔۔۔

ارسلان نے موبائل اٹھایا اور ہمت کر کے اس کا نمبر ملایا۔ پہلی ہی گھنٹی پہ اس نے کال ریسیو کرلی۔

"ہیلو۔۔۔" کتنی بے قراری تھی اس کی آواز میں۔۔۔ ارسلان نے صاف محسوس کیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔ میں ارسلان۔۔۔"

"ارسلان۔ کیا میں یقین کرلوں کہ یہ تم ہی ہو۔۔۔"

"کیسی ہو۔۔۔" اس نے اگلا سوال کر ڈالا۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔ تم کیسے ہو۔۔۔ جاگ رہے تھے۔۔۔"

"ہاں نیند نہیں آ رہی تھی آج۔۔۔ تم بھی تو جاگ ہی رہی تھیں اسی لیے پہلی بیل پہ ہی اٹھالیا۔"

"میں تو پچھلے کتنے ہی عرصے سے بے خوابی کی کیفیت سے گزر رہی ہوں۔ آنکھیں جب محبت کے خواب سجالیں تو پھر نیند آنکھوں سے روٹھ ہی جاتی ہے۔"

"محبت ہو یا نفرت۔۔۔ دونوں ہی مار دیتی ہیں۔ دونوں ہی سونے نہیں دیتیں۔"

"ارسلان آپ نے کسی سے محبت کی ہے۔۔۔"

"مذاق اڑا رہی ہو۔۔۔"

"کس کا مذاق ارسلان، جو خود مذاق بن جائے وہ بھلا کسی کا کیا مذاق اڑائے گا۔۔۔"

"میرا۔۔۔ اور کس کا۔۔۔" وہ چڑا۔

"جس سے محبت کی جائے اس کا مذاق نہیں اڑایا جاتا ارسلان۔۔۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ سے بے پناہ محبت کی ہے۔۔۔"

"تو کیا اب وہ محبت ختم ہوگئی ہے۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ محبت تو بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔۔۔ ہاں اب کچھ ایسے حالات ہوگئے ہیں کہ محبت کی شدت کو آزمانے کا دل چاہنے لگا ہے۔"

"لیکن میں تو ہار گیا ہوں وانیہ۔ تم نے ٹھیک کہا تھا کہ ہم جیسے ہار ہی جاتے ہیں۔۔۔ اب تمہیں تم سے مانگنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اتنا اوپر مت لے جاؤ کہ زمین کو میرے قدم چھو نہ سکیں ارسلان۔۔۔"

"مجھے تم سے تمہارا ہاتھ مانگنا ہے۔۔۔"

"لیکن ارسلان کیا آپ ہم جیسوں کی کم ظرفی سے واقف نہیں ہیں۔۔۔ کیا ہم کسی کو کوئی خوشی دے سکتے ہیں؟"

"کسی اور سے نہیں میں تم سے مانگ رہا ہوں۔۔۔ اپنی انا اپنی خودداری کو قدموں تلے روند کے۔۔۔ پلیز وانیہ۔۔۔ آجاؤ میرے پاس۔۔۔ میری دنیا میں۔۔۔ یقین کرو

میں اس مزاج کا نہیں تھا۔ لیکن تمہاری محبت میں ایسا ہو گیا ہوں۔"

"میں اگر چاہوں بھی تو اب ایسا ممکن نہیں ہے ارسلان۔"

"کیوں۔ ایسا کیا ہو گیا ہے۔"

"ارسلان میرا نکاح ہو چکا ہے۔ اب میں وانیہ سومرو نہیں ہوں بلکہ وانیہ قربان علی ہوں۔"

"قربان علی۔ تمہارا مطلب ہے کہ قربان علی۔ وہ جو۔" اس کی آواز گلے ہی میں پھنس گئی۔

"ہاں جو چھوٹی ماما کے ڈیڈی ہیں۔" اس نے گویا ایٹم بم پھینکا تھا۔ ارسلان کا سارا وجود ریزہ ریزہ ہو کے ہواؤں میں بکھر گیا تھا اور وہ اچھی طرح جان گیا تھا کہ وہ کس کمٹ منٹ کی بات کر رہی تھی۔ وہ کس لیے بے بس تھی۔ کیا وہ ارسلان کی محبت میں خود کو آزمانا چاہ رہی تھی۔

"وانیہ۔ تم نے میری رہائی کے بدلے خود کو۔" وہ رکا۔

"تمہیں اس مقام تک لے کر بھی تو میں ہی گئی تھی۔ میرا کیا کیا قتل بابا سائیں نے تمہارے گلے میں پھندے کی طرح ڈالنا چاہا مگر میں نے محبت کی تھی سودا گری تو نہیں۔ کیسے تمہیں اپنے باپ کی نفرت کی بھینٹ چڑھا دیتی۔ اگر قربان ہی ہونا تھا تو پھر طارق سومرو کی بیٹی کیوں نہیں۔"

"کیونکہ وانیہ سومرو تمہیں پانے کی خواہش ارسلان سومرو نے کی ہے۔ اور ارسلان سومرو تمہیں کسی کے لیے بھینٹ نہیں چڑھنے دے گا۔ محسن علی کا قتل میں نے نہیں کیا اور سزا ملی لیکن اب کے سزا سہنے کی تکلیف اس لیے نہیں ہو گی کہ اس بار قربان علی کا قتل میرے ہاتھوں ہی ہو گا۔" ارسلان نے کہہ کے رابطہ کاٹ ڈالا۔

اس سے پہلے کہ وہ طارق سومرو کی طرف جاتا اگلے ہی دن طارق سومرو ارسلان کے سامنے تھے۔

"تم یہاں طارق سومرو۔" وہ بدلحاظی سے بولا۔ پاکیزہ کا رنگ فق ہو گیا۔

"ارسلان تم اندر جاؤ۔"

"نہیں پھپھو۔ بات کرنے دیں مجھے۔"

"ارسلان بیٹا میں آج تم سے ہی بات کرنے آیا ہوں۔ بہت سی باتیں جو میں کہنا چاہ رہا تھا۔"

"نہ میں تمہارا بیٹا ہوں طارق سومرو اور نہ ہی مجھے کوئی بات کرنی ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے مجھے نفرت ہے تمہاری صورت سے بھی۔"

"ارسلان۔" پاکیزہ اسے تھامتے تھامتے خود ہی گرنے لگیں تو ارسلان نے انہیں تھام لیا۔

"ارسلان میں تم دونوں سے معافی مانگنے آیا ہوں۔"

"میں نے معاف کیا۔ اب جائیں۔" طارق سومرو کو مایوس لوٹنا پڑا کہ وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھا۔

دو چار لوگوں کے ساتھ بارات آئی اور طارق سومرو کا وجود بے جان ہونے لگا۔ عادلہ بیگم خالی خالی نظروں سے باپ کو دیکھنے لگی۔

"ابو۔"

"تم۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے۔" طارق سومرو دہاڑے۔

"کیوں ممکن نہیں ہے۔ کیا میری بیٹی نے تم سے شادی نہیں کی۔ تم دونوں کی عمروں میں بھی تو اتنا ہی فرق ہو گا۔ تو پھر میں تمہاری بیٹی سے شادی کیوں نہیں کر سکتا۔" قربان علی نے کہا تو طارق سومرو چیخ اٹھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ چلے جاؤ تم یہاں سے۔"

"ایسا ہو گا کیا۔ ایسا ہو چکا ہے۔ ہمارا نکاح ہو چکا ہے۔ اب وانیہ کو میرے ساتھ رخصت کرو۔" وہ نفرت بھری نظر پہلے طارق سومرو اور پھر اپنی بیٹی پہ ڈالتے ہوئے بولے۔

وانیہ کسی کی جانب دیکھے بنا قربان علی کے ساتھ چل پڑی۔ یوں طارق سومرو کی اکلوتی لاڈلی بیٹی باپ کے گھر سے رخصت ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

"کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔" پاکیزہ وانیہ کو قربان

علی کے ساتھ دیکھ کے پتھر ہوگئیں ارسلان جو اسی وقت گھر میں داخل ہوا تھا سب منظر دیکھ کے خون پی کے رہ گیا۔ فوراً" واپس پلٹ گیا۔

ماں میں بہت سکون میں ہوں۔۔۔ اتنا سکون کہ اب خود سے کوئی شرمندگی کوئی گلہ نہیں۔۔۔ اس کے دماغ میں وانیہ کے جملے گونجنے لگے۔

"ماں۔۔۔" وانیہ نے انتہائی پریشانی سے ماں کو تھامنا چاہا اور پھر بے بسی سے قربان علی کی جانب دیکھا۔

"مجھے بھی ایسے ہی جھٹکے لگے تھے جب میری بیٹی طارق سومرو کا ہاتھ تھامے میرے سامنے آئی تھی۔ طارق سومرو کو تو طلب تھی جوان عورت کی اور میری بیٹی پہ اپنی دولت کا جال پھینک کے اسے قابو کرلیا اور مجھے جوان بیوی کی نہ طلب ہے اور خواہش۔۔۔ مجھے صرف طارق سومرو سے انتقام لینا تھا اور اپنی بیٹی کو سزا دینی تھی۔ عادلہ کے لیے میری وانیہ سے شادی ایک مسلسل اذیت ہے البتہ طارق سومرو سے مجھے ابھی اپنا انتقام بھی لینا ہے اور اپنی بیٹی کو اس سے آزاد بھی کروانا ہے۔ سنبھالو اپنی ماں کو اور لوٹ آنا جب تمہاری ماں کی حالت سنبھل جائے تو۔۔۔ اور ہاں اپنے بیٹے کا قتل میں تمہیں معاف کرتا ہوں وانیہ کہ میں اپنے بیٹے کی خصلت سے اچھی طرح واقف تھا۔۔۔" وہ اپنی بات مکمل کرکے پلٹ گیا اور وانیہ ماں سے لپٹ کے دیوانوں کی طرح رونے لگی۔

دونوں ماں بیٹی کتنی ہی دیر گم صم اپنی اپنی تقدیر کا ماتم کرتی رہیں۔ ایک دوسرے سے بھی نگاہیں ملانا محال تھا۔

"مای مجھے معاف کردیجیے گا۔۔۔ میں نے کسی کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا۔" وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔

اس خیال کے ساتھ کہ وہ واپس جاچکی ہوگی وہ مردہ دل کے ساتھ گھر لوٹا تو اسے سامنے ہی پاکیزہ پھپھو کی گود میں سر رکھے دیکھ کے اس کے قدم دروازے ہی میں رک گئے۔

"پھپھو میں آجاؤں اندر۔۔۔" اس نے متوجہ کرنے کی خاطر کہا تو وانیہ فوراً" سیدھی ہو کے بیٹھی۔

"یہ سب کرکے تم نے کیا ثابت کرنا چاہا ہے وانیہ۔۔۔"

"ارسلان میں نے صرف اس گناہ کا ازالہ کرنا چاہا ہے۔ جس کی سزا تم مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی سہہ رہے تھے۔" وہ سر جھکائے بولی۔

"تو اس وقت کیوں یہ احساس نہیں جاگا تھا جب عدالت کے کٹہرے میں تم نے میرے خلاف جھوٹی گواہی دی تھی۔۔۔ قرآن پاک پہ ہاتھ رکھ کے۔۔۔ اس وقت تمہارا احساس کیوں مردہ ہوگیا تھا۔" وہ دھاڑا۔

"کیونکہ اس وقت بابا سائیں نے مای اور ماں کو زندہ جلانے کی دھمکی دی تھی۔۔۔ اگر وہ مجھے یا تمہیں مار دینے کی دھمکی دیتے تو میں کبھی سچائی سے پیچھے نہ ہٹتی۔" اس نے بالآخر سچ اگل ہی دیا۔

"بہت گھسی پٹی جذباتی اور پرانی کہانی ہے۔۔۔"

"ارسلان میرا یقین کرو۔۔۔"

"اگر ایسا ہوا ہے تو پھر طارق سومرو میرا اور تمہارا حساب بہت لمبا ہوتا جارہا ہے اب اسے بے باک ہونا چاہیے۔" ارسلان ایک لمحے میں اٹھا اور سیدھا طارق سومرو کی جانب چلا آیا مگر وہ گھر پہ نہ تھا اور یہ دونوں کے حق میں بہتر ہوا تھا۔

✡ ✡ ✡

طارق سومرو کی ذہنی کیفیت دن بہ دن خراب ہوتی جارہی تھی۔ انہیں محسوس ہورہا تھا کہ انہوں نے اپنا آشیانہ تنکا تنکا کرکے بکھیر دیا تھا۔ پاکیزہ کو جو سرایا محبت تھی اسے خود سے دور کرڈالا یوں کہ واپسی کا پھر کوئی راستہ ہی نہ چھوڑا۔ جوان بیٹا موت نے چھین لیا اور جو زندہ ہے وہ صدیوں کی مسافت پہ تھا اور یوں ناراض بیٹھا تھا کہ گویا سب کچھ بھلا بیٹھا ہو۔ بیٹی۔۔۔ میری لاڈلی وانیہ۔۔۔ جو میری وجہ سے سولی چڑھ گئی۔۔۔ اسے ارسلان سے محبت تھی اور ارسلان موت کے منہ میں جارہا تھا۔۔۔ وہ اس کی خاطر اپنی محبت کو داؤ پہ لگاگئی۔۔۔ کیوں نفرت کرتا تھا میں ارسلان سے۔۔۔ شاید وہیں

سے دشمنی شروع ہوئی تھی جہاں ارسلان کا باپ مصطفیٰ ہمیشہ مجھے مات دے دیتا تھا۔۔۔ وہ میرا تایا زاد تھا اور ہر مقام پہ مجھ سے جیت جاتا تھا۔ تعلیمی میدان میں مجھے پیچھے چھوڑ دیتا۔۔۔ کھیلوں میں مجھ سے آگے نکل جاتا۔۔۔ اور محبت کرنا چاہی تو۔۔۔ وہ ہماری کلاس فیلو تھی وہ بھی اسی کی محبت میں گرفتار نظر آئی۔۔۔ حالانکہ مصطفیٰ کو اس میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بس وہیں سے نفرت نے اپنی جڑیں طارق سومرو کے وجود میں گاڑھ لیں۔ اس کا نتیجہ مصطفیٰ سومرو کے قتل پہ ہوا۔ مقدمے کی پیروی کرنے والا کوئی نہ تھا اور طارق سومرو کی طاقت پاکیزہ اور اس کی بیوہ ماں کو ڈرا گئی۔ اسی نفرت کی جڑیں ارسلان کے وجود کے گرد لپٹ گئیں۔۔۔ حالانکہ وہ ہیرا تھا مگر طارق سومرو کی نفرت کی بھینٹ چڑھ گیا۔

میں نے کس سے انتقام لیا ہے۔۔۔ مصطفیٰ سومرو سے یا خود سے۔۔۔ کیا ہاتھ لگا ہے میرے۔۔۔ سب کچھ تو لٹ گیا ہے۔۔۔ ارسلان مصطفیٰ نے کیسی حقیقت سے روشناس کیا ہے کہ مجھے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آرہا ہے۔ میری وانیہ قربان علی کے انتقام کی بھینٹ چڑھ گئی ہے۔ نہیں میں اس سے اپنی بیٹی کو واپس لے لوں گا۔ میں اب انتقام کا یہ کھیل ختم کروں گا۔۔۔ میں ارسلان کے پاؤں پڑ کے اپنی بیٹی کی محبت کی بھیک مانگوں گا۔۔۔ میں انا کے لبادے کو اپنے وجود سے اتار پھینکوں گا۔

"قربان علی میری بیٹی کو کس قیمت پہ آزادی دو گے۔" اگلے دن وہ قربان علی کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔

"تمہاری بیٹی نے اس غلامی کے بدلے جو وصول کرنا تھا کر لیا۔ اسے ارسلان کی آزادی چاہیے تھی سو اسے مل گئی۔" قربان علی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔۔ اب اگلی بات کرو۔۔۔ وانیہ کو طلاق کے بدلے جو مانگو گے دوں گا۔"

"سوچ کے بات کرو۔۔۔ میں تمہاری اوقات سے زیادہ بھی مانگ سکتا ہوں۔

"مانگو کیا مانگنا ہے۔۔۔" طارق سومرو نے دل پہ جبر کر کے نرمی سے بات کی۔

"تمہاری عادلہ سے شادی کے فوراً بعد تمہارے گھر جا کے جو مانگا تھا وہی آج بھی مانگوں گا۔۔۔"

"کک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔"

"تم میری بیٹی کو آزاد کر دو میں تمہاری بیٹی کو آزاد کر دوں گا۔" قربان علی نے کہا تو طارق سومرو نے اس غیر متوقع سوال پہ حیرت سے قربان علی کو دیکھا۔

"لیکن عادلہ کی ایسی کوئی خواہش نہیں ہے۔۔۔ جبکہ وانیہ کے ساتھ تم نے سودا کیا ہے۔۔۔"

"عادلہ کی ہر خواہش کا احترام مجھ پہ واجب نہیں ہے۔۔۔ اس کی خواہش پر میں نے اپنے بھانجے کے ساتھ اس کی منگنی طے کی تھی۔ خاندان بھر میں خوشی منائی گئی تھی۔۔۔ پھر کیسے وہ باپ کی عزت کو ڈبو۔۔۔ کے دولت کی بجارن بن کے تمہارے ساتھ دفع ہو گئی۔۔۔ اس کی وجہ سے میرا بیٹا موت کے منہ میں چلا گیا۔ اب ہی تو مجھے حساب چکانے کا موقع ملا ہے۔۔۔ منظور ہے تو ابھی اور اسی وقت فیصلہ کرو ورنہ کبھی نہیں طارق سومرو۔۔۔ ایک دن بھی نہیں۔۔۔ اس کے بعد میری بیٹی تو تمہارے محل میں عیش ہی کرے گی مگر تمہاری لاڈلی یہاں اس دس مرلے کے مکان میں جھاڑو برتن کرتے کرتے ٹی بی کی مریض بن کے ہی مرے گی۔" قربان علی کا دل جلا ہوا تھا۔۔۔ اس لیے وہ بالکل بھی اپنے فیصلے سے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

طارق سومرو نے بہت سا وقت گہری سوچ میں گزار دیا۔ انہیں دکھ تو ہو رہا تھا مگر یہ تلخ فیصلہ بہرحال کرنا تھا کہ وہ وانیہ کو یوں زندگی برباد کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے دل ایک دن کے لیے بھی وانیہ کو اس شخص کے ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ اس لیے قربان علی کی بات مان لی اور اگلے دن روتی دھوتی عادلہ بھاری چیک کے ساتھ طلاق کے کاغذات ہاتھوں میں لیے باپ کے پاس پہنچی اور وانیہ کو طارق سومرو ساتھ لے آئے۔

"مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ آپ ظالم ہیں۔۔۔ آپ نے ایک دفعہ ماں پہ اور دوسری دفعہ چھوٹی ماما پہ ظلم کیا ہے۔۔۔ آپ ارسلان کے بابا کے قاتل ہیں۔۔۔ مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ۔۔۔ آپ نے چھوٹی ماما کے ساتھ بھی وہی کیا جو ماں کے ساتھ کیا تھا۔ بہت ظلم کمایا ہے آپ نے بابا سائیں۔۔۔ عورت تو آپ مردوں کے ہاتھوں میں کھلونا ہے جب جی چاہتا ہے کھیل لیتے ہیں اور جب جی چاہتا ہے توڑ موڑ کے پھینک دیتے ہیں۔۔۔ کیوں کیا ہے آپ نے ایسا۔۔۔ میں نے تو سب اپنی مرضی سے کیا تھا۔۔۔ مگر چھوٹی ماما۔۔۔ اوہ میرے خدایا۔۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

اگلے دن ہی عادلہ بیگم کے قتل کی خبر بجلی بن کر طارق سومرو اور وانیہ پہ گری۔

احساس جرم سے نڈھال طارق سومرو پہ یہ عادلہ کے قتل کی خبر نے ان کے دل کی دنیا زیروزبر کردی۔ ان طبیعت اچانک بگڑ گئی۔۔۔ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وانیہ نے بمشکل ڈرائیور کے ساتھ انہیں اسپتال پہنچایا جہاں ان کی حالت انتہائی تشویشناک بتائی جارہی تھی۔ وانیہ کو لگا کہ اس کی روح کوئی کھینچ رہا ہے۔۔۔ اسے لگتا تھا کہ وہ اپنے بابا سائیں سے بہت دور ہو گئی ہے مگر آج ان کی تکلیف پہ اسے اپنا دل کٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ نجانے کیا سوچ کے انگلیاں ارسلان کے موبائل نمبر کو ڈھونڈنے لگیں۔

"ہیلو۔۔۔" اس کی آواز گونجی تو دل بیٹھنے لگا۔

"وانیہ۔۔۔ فون کیوں کیا ہے۔" اس کی آواز پھر کہیں دور سے سنائی دی۔

"ارسلان۔۔۔ میرے بابا سائیں کی حالت بہت خراب ہے۔ تم سے ایک دفعہ ملنا چاہ رہے ہیں۔۔۔"

"بے فکر رہو۔۔۔ کچھ نہیں ہوگا انہیں۔۔۔ ایسے لوگوں کی عمر کافی لمبی ہوتی ہے۔ انہیں صرف یہ بتا دو کہ ابھی ارسلان کے پاس ایک گھر بھی ہے اسے کیا نہیں چھیننا۔ دیکھنا کیسے جی اٹھیں گے۔۔۔ لیکن میں نے اپنی ہار تسلیم کرلی ہے اور یہ گھر بھی ان کو دینے کا پروگرام بنایا ہے۔۔۔ انہیں کہنا کہ اور کچھ نہیں تو وہاں اپنا مزار ہی بنانے کا حکم صادر کر جائیں باقی اب مجھ سے مل کے کیا کریں گے۔۔۔ کچھ بھی خریدنے کی طاقت تو مجھ میں ہے نہیں۔" اس نے بے رحمانہ انداز میں کہا۔

"ارسلان پلیز۔۔۔" جواباً اس نے فون بند کردیا۔

وہ تنہا ہی روتی رہی۔۔۔ وہ نہ تو خود آیا اور نہ ہی پاکیزہ کو طارق سومرو کی حالت کی خرابی کا بتایا۔

"وانیہ۔۔۔ ایک دفعہ پاکیزہ' شاہ جہاں۔۔۔ ارسلان۔۔۔" آکسیجن لگے ہونٹوں سے رک رک کے انہوں نے آس بھری نظروں سے کہتے ہوئے وانیہ کو دیکھا۔

"بابا سائیں میں انہیں لاتی ہوں۔۔۔" وہ روتی ہوئی ان کی طرف گئی۔۔۔ راستے میں ہی اس نے شاہ جہاں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ پچھلے کئی مہینوں سے کسی سے رابطے میں نہیں تھا۔

"ماں۔۔۔ پلیز۔۔۔ وہ کسی وقت بھی چلے جائیں گے۔۔۔ ایک مرتے ہوئے شخص سے کیا ضد۔۔۔ کیا جھگڑا۔۔۔ جھگڑے تو زندہ لوگوں سے کیے جاتے ہیں۔"

"کس رشتے سے جاؤں بیٹا کوئی رشتہ رہنے دیا ہے اس نے درمیان۔۔۔" ان کا دل جیسے کوئی آری سے کاٹ رہا تھا۔

"ماں آپ چاہے لاکھ انکار کریں لیکن آپ ان کی بیوی ہیں۔۔۔ اور ایک رشتہ ایسا بھی ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا کہ آپ ان کے بچوں کی ماں بھی تو ہیں۔ ماں اب ان کے پاس وقت نہیں ہے۔۔۔ چلیے نا کہیں زندگی میں پچھتاوے ہی نہ رہ جائیں۔۔۔"

"میں ارسلان سے پوچھ لوں۔۔۔" انہوں نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

کچھ دیر بعد لوٹیں تو اس کے ساتھ جانے کو تیار تھیں۔

"ماں ایک منٹ۔۔۔" وہ ارسلان کے کمرے کی جانب چلی آئی۔ دروازہ بجایا کہ وہ خود ہی اندر چلی آئی۔

"ارسلان پلیز۔۔۔" ارسلان نے اسے دیکھ کے چہرہ پھیر لیا۔

"وہ ظالم تھے میں نے تمہارے ساتھ برا کیا مگر اب

"اب مرتے ہوئے شخص کو یہ سکون دے دو کہ۔۔۔"
وانیہ نے ہاتھ جوڑ دیے جنہیں ارسلان نے جھٹکے سے پیچھے کیا۔

"نہیں دینا چاہتا میں اس شخص کو مرتے ہوئے سکون جس نے ہمیں زندہ رہتے ہوئے کبھی سکون سے نہیں رہنے دیا۔ ابھی یہ مقدمہ اس رب کی عدالت میں بھی لگے گا اور میں اس کا گریبان وہاں بھی پکڑوں گا۔" وہ دہاڑا۔

"ارسلان میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔۔۔ وہ میرے بابا ہیں انہیں معاف کردو۔۔۔ ان کی اذیت کم کردو۔۔۔"

"یہاں وقت ضائع مت کرو۔۔۔ وہاں کیا پتا کب۔۔۔ اور کلمہ بھی نصیب نہ ہو۔۔۔ جاؤ۔۔۔ پھپھو کو لے کے جاؤ۔۔۔ وہ جانا چاہتی ہیں اس لیے میں نے انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔" وہ سنگدل ہوگیا تھا اور ایسا اسے طارق سومرو اور خود وانیہ سومرو نے کیا تھا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ وہ ہلکی سی نیند میں چلا گیا تو بابا سائیں خواب میں چلے آئے۔

"سنو۔۔۔ میرے بیٹے۔۔۔ طارق سومرو کی مشکل آسان کردو۔"

"ماما۔۔۔ ماما۔۔۔" اس نے اپنے ماتھے پہ آئے پسینے کے قطرے صاف کیے اور گھبرا کے ماما کو آواز دی۔

"ارسلان میری جان کیا ہوا ہے۔" وہ بھاگی چلی آئیں۔

"ماما۔۔۔" وہ کافی گھبرایا ہوا تھا۔

"کیا ہوگیا ہے۔۔۔ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہے۔۔۔"

اس نے ساری بات ماں کو بتادی۔

"ارسلان۔۔۔ میرے بچے تیرے بابا سائیں پہلی دفعہ تیرے خواب میں آئے ہیں۔ ان کی بات کا مان رکھنا۔۔۔" انہوں نے سمجھایا۔

"مقابلے زندہ لوگوں سے ہوتے ہیں میری جان۔۔۔ جو گر گیا اس پہ تلوار کیا اٹھانا۔ یہ کوئی بہادری تو نہیں۔۔۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔۔۔ مجھے نفرت ہے اس شخص سے۔۔۔"

"نا چاہتے ہوئے بھی اپنے بابا سائیں کی بات کا بھرم رکھ لو۔۔۔"

وہ خود بھی جانتا تھا کہ بابا سائیں کے حکم سے روگردانی ممکن نہ تھی اس لیے اٹھا۔۔۔ وضو کرکے نماز پڑھی اور اسی دن صبح ناشتے کے بعد سیدھا اسپتال آگیا۔

"ارسلان۔۔۔" وانیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کیسی طبیعت ہے تمہارے بابا سائیں کی۔۔۔" ارسلان نے اجنبی لہجے میں پوچھا اور وانیہ کے لیے اس کا پوچھنا ہی بہت تھا۔

"ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ ڈاکٹرز مایوس ہیں۔" وہ بتاتے ہوئے رودی۔

"اللہ رحم کرے گا۔۔۔" وہ آگے بڑھا تو وہ اس کے پیچھے ہوگئی۔

"ارسلان۔۔۔" طارق سومرو کی نقاہت بھری آواز بمشکل لبوں سے ادا ہوئی۔ ان آنکھوں میں امید کی روشنی نظر آئی۔

"جی۔۔۔" اس کا دل ایک دم پسیجا کہ انسان کا سارا زور طاقت تو اس کی زندگی کے ساتھ ہوتی ہے۔۔۔ اس طرح جب گرتا ہے تو کتنا بے بس ہوجاتا ہے۔

"ارسلان۔۔۔" انہوں نے پکارا تو وہ ان پہ جھک آیا۔

"جی۔۔۔"

"معاف۔۔۔ کر۔۔۔ دو۔۔۔"

"ایک شرط پہ۔۔۔" اس نے نرمی سے ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"مجھے کلمہ سنائیں تاکہ مجھے پتا چلے کہ آپ واقعی سچے دل سے معافی مانگ رہے ہیں۔" اس نے کہا۔

وہ بول رہا تھا اور وہ اس کے ساتھ ساتھ بمشکل مدھم آواز میں دہرا رہے تھے۔ وانیہ کے ہونٹوں سے سسکی نکلی۔ پاکیزہ کمرے سے نکل گئیں۔ ان سے طارق سومرو کی ایسی حالت برداشت نہیں ہو رہی

تھی۔ ارسلان نے محسوس کیا کہ ان کا جسم آہستہ آہستہ ڈھیلا ہو رہا تھا۔

یوں طارق سومرو کی بادشاہت ختم ہو گئی... ہر طاقتور کی طرح وہ بھی اپنی طاقت کو وہیں چھوڑ گئے اور آخری سفر چند گز زمین ہی پہ جا کے ختم ہوا۔

طارق سومرو کو سپرد خاک کرنے کے بعد وہ پھپھو کی طرف آیا تو انہوں نے اس سے لگ کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔

"پھپھو... حوصلہ کریں... نجانے اس شخص میں ایسی کیا بات تھی جو ہم نفرت کے باوجود اس سے نفرت نہ کر سکے۔"

"ارسلان میرے بچے تم سے تو اس کا رشتہ بھی تھا..."

"مجھ سے رشتہ..."

"چاہے وہ رشتہ کتنا ہی کڑوا سہی مگر تم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ تم اس کا خون تھے... اور شاہ جہاں کی غیر موجودگی میں تم اس کے وارث ہو..." انہوں نے سمجھایا۔

"پھپھو شاہ جہاں سے کوئی رابطہ ہوا..." جواباً انہوں نے دکھ سے نفی میں ہلایا۔

سوئم ہونے کے بعد طارق سومرو کے وکیل نے ارسلان کو اس کے باپ کے حصے کی جائیداد کے کاغذات وصیت کے مطابق واپس کیے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کاغذات لوٹا دیے۔

"وہ تمہارا حق ہے ارسلان... تم نے کیوں واپس بھیجے اپنی جائیداد کے کاغذات..." پاکیزہ نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں چاہیے جائیداد پھپھو... میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" وہ مایوسی سے بولا۔

"بھول جاؤ بیٹا... وہ سب اذیت جو تم نے سہی۔"

"کیسے بھولوں پھپھو... کچھ اذیتوں کی تکلیف موت کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہے۔"

"سنی اگر تم ہار گئے تو میں کیا کروں گی۔ میں تو اس۔ آس پہ ہی زندہ ہوں میری جان..." پھپھو نے کہا تو وہ انہیں دیکھ کے رہ گیا۔ کیسے انہیں بتاتا کہ وہ کس دوراہے پہ آن کھڑا ہوا تھا۔ کس کس دکھ پہ روتا۔

☆ ☆ ☆

"پھپھو اب آپ چلیں میرے ساتھ..." ارسلان نے چالیسویں کے بعد پاکیزہ کو چلنے کا کہا تو انہوں نے مڑ کے وانیہ کی جانب دیکھا۔

"ارسلان وانیہ... یہاں اکیلی کیسے رہے گی۔"

"پھپھو اگر یہ ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا مگر وانیہ نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ وانیہ کو چھوڑ کے جانا پاکیزہ پھپھو کے لیے ممکن نہ تھا مگر یہ بھی حقیقت تھی وہ اپنی زندگی سے بہت مایوس ہو گئی تھیں۔ وہ قلبی اذیت سے گزر رہی تھیں... پریشانی اور مایوسی میں ان کی حالت بگڑ گئی۔ ارسلان بہت گھبرا گیا... اور انہیں اسپتال لے آیا۔

وانیہ کی جان ماں کی تکلیف پہ سولی پہ لٹک گئی تھی۔

پھر اسی دوران پاکیزہ پھپھو نے ہاتھ جوڑ کے اسے آزمائش میں ڈال دیا کہ وہ ان کی بات مان لے اور وانیہ سے شادی کر لے۔

ماں نے اپنی محبتوں کی زنجیر میں باندھ دیا یوں کہ گویا اگر ان کی بات نہ مانی تو دوزخ کا حقدار نہ ہو جائے۔

پاکیزہ پھپھو کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اس سے برداشت نہ ہوئے انہوں نے اس سے ہاتھ جوڑ کے اپنی بیٹی کی خوشی مانگی تھی۔ وہ ان کی محبتوں کی زنجیر میں جکڑا گیا اور سر جھکا لیا۔

"سنی... میرے بچے تم نے اپنی پھپھو سے محبت کا مان رکھ لیا... میں کبھی تمہارا یہ احسان نہیں اتار پاؤں گی۔" پاکیزہ پھپھو نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا بھی نہ سکا اور پھر جیسے ہی اس کی عدت کا وقت پورا ہوا پھپھو اور ماما نے ان دونوں کا نکاح سادگی سے کروا دیا۔ پھپھو کو بھی وہ زبردستی ساتھ لانا چاہ رہا تھا مگر

انہوں نے اس سے کچھ وقت مانگ لیا۔
وہ اس کے ساتھ دلہن بن کے اس کے گھر داخل ہوئی تھی۔
رات کافی گزر چکی تھی۔ گھڑی کی ٹک ٹک وقت کے گزرنے کا احساس دلا رہی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں صوفے پہ ہی ماؤف ذہن کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ماما اس کی طرف آگئیں۔
"ارسلان یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ وانیہ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی بیٹا۔ وہ بہت اچھی ہے میری جان۔" انہوں نے کہا تو وہ مسکرا دیا۔ انہوں نے زبردستی اسے اٹھایا اور کمرے میں بھیجا۔ وہ سرخ جوڑے میں سمٹی بیٹھی تھی محبت بھری اس رات کے ارمان ارسلان کے دل میں قطعاً "نہ جاگے۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے سامنے آن بیٹھا۔
"تو تم نے مجھے خرید ہی لیا۔ تم نے جو کہا وہ کر کے دکھایا۔"
"ارسلان پلیز مجھے معاف کر دیں۔" اس نے جھٹ مہندی والے ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیے تو ارسلان نے اس کے ہاتھ نفرت سے جھٹک دیے۔
"معافی دے دوں اپنی قیمت خرید جانے بغیر۔" اس سے پہلے کہ وہ اس کا منہ نوچ ڈالتا موبائل بج اٹھا۔ نامعلوم نمبر تھا۔ اس نے یس کا نمبر پریس کر ڈالا۔
"ہیلو۔"
"کون۔"
"کیا بکواس کر رہے ہو۔"
"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس۔"
"میں آرہا ہوں۔ ایڈریس بتاؤ۔" وہ عجلت میں اٹھا۔
"تم باقی بکواس بعد میں کر لینا۔ اور ایڈریس بتاؤ۔" وہ بھڑک رہا تھا اور پھر اس کی طرف مڑے بغیر کمرے سے نکل گیا۔ وانیہ کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔
ارسلان کا دماغ کھول رہا تھا۔ اس اجنبی کے جملے اس کے وجود پہ آگ بن کے برس رہے تھے۔
"مسٹر ارسلان میں آپ کی بیگم کا پہلا محبوب بول رہا ہوں۔ ویسے تو آپ خوش ہوں گے کہ آج آپ کی ویڈنگ نائٹ ہے مگر خوش فہمی ہے آپ کی کہ ایسا ہے وہ میرے ساتھ بھی ایک حسین رات بتا چکی ہے۔ اگر ثبوت چاہیے تو وہ بھی موجود ہے۔ سارے ویڈیو فارم میں موجود ہیں۔ آج تو سہاگ رات انجوائے کرو۔ کل آکے کسی ڈیل کے ساتھ ثبوت بھی لے لینا۔" پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اس نے ارسلان کے کانوں میں انڈیلا تھا۔
ارسلان خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیسے اس ایڈریس تک پہنچا تھا۔ وہاں ایک کے بجائے تین لڑکے موجود تھے۔
"بولو۔ کیا چاہیے۔" ارسلان نے کہا۔
"مگر پہلے یہ ثبوت تو دیکھ لو۔" ایک نے ڈیجیٹل کیمرہ ہاتھ میں لہراتے ہوئے کہا تو ارسلان چپ ہو گیا۔ اس نے ہنستے ہوئے دس منٹ کی مووی پلے کر دی۔
وہ ہرگز نہ دیکھتا اگر اس نے ہر لمحے یہ دعا نہ مانگی ہوتی کہ اے اللہ وہ وانیہ نہ ہو۔ مگر دس منٹ کی اس مووی میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی شک نہ تھا کہ وہ کوئی اور ہے۔ شراب پی کے غل غپاڑہ کرتی وانیہ ہی تھی۔ اور آگے دیکھنے کی ہمت تو نہ تھی مگر دیکھا اور جو دیکھا اس نے دل کی حالت ناقابل بیان کر دی تھی۔ ماتھا پسینے سے تر تھا اور شرمندگی سے سر جھکا جا رہا تھا۔
"ہوں اب بول یار۔"
"کیا چاہیے تمہیں اس کے بدلے۔" آواز بمشکل نکلی۔
"پچاس لاکھ۔" ارسلان کا دماغ بھک سے اڑا۔
"پچاس لاکھ۔ یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔" اس نے خشک ہوتے گلے سے جواب دیا۔
"ارے شہزادے۔ چیز بھی تو بڑی ہے نا۔ تو ہاتھ مار گیا ورنہ۔" وہ خباثت سے کہہ کے رکا۔
"اگر تو شادی جلد نہ کر لیتا تو یقین کر اس کے باپ سے ایک کروڑ سے کم نہیں لینے تھے۔ اس پہ اس کا باپ بھی اگلا ٹکٹ کٹوا بیٹھا ورنہ اسی سے اس کی بیٹی کی شادی شدہ زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے لیتے۔ لیکن

اب اتنے پہ ہی گزارا کرنا پڑے گا۔" وہ بولا۔

"کیا ثبوت ہے کہ اس کی کوئی اور کاپی نہیں ہے۔"

"ارے اعتبار رکھ جگر۔ اپنے کاروبار کے بھی کچھ اصول ہیں۔ ہم نے رقم لے کے یہاں سے فلائی کر جانا ہے۔ پھر تم جانو اور تمہارے کام۔" اس نے کہا۔

"مجھے کچھ وقت دو۔"

"مثلاً" کتنا وقت۔"

"ایک ماہ۔" ارسلان نے جواباً کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر کوئی چالاکی نہ کرنا اگر ایسا کیا تو یوٹیوب پہ لگا دیں گے پھر بھگتتے رہنا۔" اس نے وارن کیا۔

"بے فکر رہو۔"

"اگلی دس تاریخ کو ڈن ہے۔ اور جگہ اور مقام تمہیں بتا دیں گے۔" وہ لوٹا تو فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ وہ اسی روپ میں بیٹھی تھی۔

"ارسلان کس کا فون تھا۔ آپ کہاں چلے گئے تھے۔" وہ کمرے میں داخل ہوا تو بھاگ کے اس کے پاس آئی۔

"تمہارے مطلب کی بات نہیں ہے۔ تم چینج کرو اور نماز پڑھ لو۔" اس نے خلاف توقع نرمی سے کہا اور اٹھ کے واش روم چلا گیا۔ وضو کر کے لوٹا اور جائے نماز بچھا لی۔

وہ مرے مرے قدموں سے واش روم کی طرف بڑھی جب تو وہ جائے نماز پہ بیٹھا دعا مانگ رہا تھا۔ اسے دیکھا تو اٹھ کے اسے نماز کا اشارہ کیا۔

جب وہ نماز پڑھ کے پہ آئی تو وہ سوچ چکا تھا۔

مجھے تمہاری یہ بے نیازی اپنی جان سے بھی پیاری ہے کہ میرے دامن میں صرف کوتاہیاں ہیں۔ میں تم سے محبت کے باوجود غلطیاں کرتی رہی۔ میں ان غلطیوں کی سزا تمہاری بے رخی کی صورت سہوں گی۔ اس نے اداسی سے سوچا۔ لیکن تم کیا ہو ارسلان بھی دھوپ بھی چھاؤں کی مانند۔

ولیمہ بھی احسن طریقے سے انجام پا گیا۔ وہ ساری رات بیڈ پہ لیٹے لیٹے سگریٹ پھونکے جاتا۔ وہ پھر صدیوں کی مسافت پہ جا کھڑا ہوا تھا میں کیسے اس ذلت و بے عزتی کے بھنور سے نکلوں گا۔ کس آس پہ ان لوگوں سے ڈیل کر آیا ہوں۔ کیا میں اتنی بڑی رقم کا بندوبست کر سکوں گا۔

"اوئی اللہ۔" وانیہ کی سسکی پہ سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تو ارسلان نے دیکھا کہ وہ اپنے کان کے بندے سے نبرد آزما تھی۔ آج اس نے ارسلان کے کہنے کا انتظار نہیں کیا تھا۔ کچھ سوچ کے وہ اٹھا اور اس کے بالکل پیچھے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

وانیہ کا دل دھڑک اٹھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں ارسلان نے ہلکے سے اس کے بندے کا لاک کھولا۔

"تھینک یو۔" وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی۔

"وانیہ۔ تمہارے پاس کتنا گولڈ ہو گا۔" اس نے نجانے کیا سوچ کے پوچھا۔

"جی۔ میں نے اماں سے پوچھا تو نہیں۔ لیکن سو تولے سے کم نہیں ہو گا۔" وہ اس غیر متوقع سوال پہ چونکی ضرور مگر سکون سے جواب دیا۔

"فرض کرو کہ میں واقعی دولت کا بھکاری ہوں۔ تمہاری دولت کا ہی کمال ہے کہ تم سے شادی بھی کر لی اور میں بک بھی گیا۔ اب اس کو ثابت بھی تو کروں۔ بولو منظور ہے۔"

"کیا۔ کک۔ کیا مطلب۔"

"اگر میں کہوں کہ مجھے اپنا سارے زیورات دے دو تو کیا دے دو گی۔" صورت حال غیر متوقع ضرور تھی مگر اس کا رسپانس مکمل تھا۔ وہ دھیرے سے اٹھی اور الماری سے سارے زیورات کے ڈبے نکالے اور لا کے اس کے قدموں میں رکھ دیے۔

"تھینک یو اس اعتماد کے لیے۔ کوشش کروں گا کہ لوٹا سکوں۔"

"میں نے واپسی کی شرط نہیں رکھی۔" اس نے سر جھکا کے کہا تو وہ خاموش رہا۔

"وانیہ ایک بات یاد رکھنا کہ میں تم سے سوائے ایک رشتے کے جس کے لیے میں نے نکاح نامے جیسے

فارم پہ دستخط کیا ہے ہر رشتہ نبھاؤں گا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کے زیورات ایک طرف رکھ کے لیٹ گیا۔

اس نے اپنا کہا سچ کردکھایا اور اس سے صرف ایک مروت کا ہی رشتہ رکھا۔ وہ ہر ممکن طریقے سے اپنا رشتہ نبھانے کی سعی کررہی تھی۔

اگلے کچھ دن وہ بے حد مصروف رہا رات کو بھی دیر سے آتا اور بات کیے بنا ہی سوجاتا کبھی کبھی پھپھو کی خوشی کی خاطر کھانا کھالیتا اور کبھی ماما کی خاطر ہنس کے کوئی بات کرجاتا۔

"یہ چکن کڑاہی وانیہ نے خود تمہارے لیے بنائی ہے۔" وہ اسے خوشی خوشی بتاتیں تو وہ ایک نظر اور مسکراہٹ اس پہ ڈال لیتا اور کبھی ایک آدھ ٹوٹے پھوٹے جملے میں تعریف کردیتا۔

آخر وہ دن آہی گیا جس کا اس نے وعدہ کیا تھا اور انہوں نے مقام اور وقت بتادیا۔ ساری رات وہ جائے نماز پہ ہی رہا۔ اپنے رب سے کبھی شکوے اور کبھی دعائیں کرکے اپنی زندگی کا سکون مانگتا اور کبھی سجدے میں جاکے رودیتا۔

"ارسلان کیا بات ہے۔ آپ بہت پریشان ہیں۔" وانیہ اسے یوں دیکھ کے گھبراگئی۔

"وانیہ مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔" وہ اٹھا اور جائے نماز کو ایک طرف رکھتے ہوئے ہمت کرکے اسے مخاطب کیا۔

"جی بولیں۔" وہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

"وانیہ میں ایک ہفتے بعد یو کے جارہا ہوں۔ میری فلائٹ کنفرم ہے۔ مجھے تم سے کچھ سال ادھار مانگنے ہیں۔ بولو دوگی۔" وہ اس کے چہرے کے آتے جاتے رنگ بخوبی دیکھ رہا تھا۔

"ارسلان۔" اس کی آواز لڑکھڑائی۔

"یہ ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔"

"لیکن میرا کیا ہوگا۔" وہ رودینے کو تھی۔

"تمہیں ابھی بھی مجھ سے کیا سکھ مل رہا ہے جو پریشان ہورہی ہو۔ آزادی چاہیے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اگر تم یوں ہی اس ان چاہے رشتے سے بندھی رہنا چاہتی ہو تو پھر میں تم سے صرف کچھ سال مانگتا ہوں۔ اگر اس عرصے میں ہم ایک دوسرے کے قریب ہوگئے تو زندگی کی راہ متعین ہوجائے گی۔"

"ارسلان یہ آزمائش میرے حوصلے سے بہت زیادہ ہے۔ میں تھک جاؤں گی۔" وہ اس کے قدموں پہ سر رکھ کے رو پڑی۔ وہ اسے تسلی کے دو لفظ بھی نہ بول سکا کہ اس نے ہر حال میں اس کے زیورات کو رہن کی رقم دے کے اس کے حوالے کرنا تھا جو ایک نجی بینک کے پاس رکھوائے تھے۔

اپنی بات کرکے ہمیشہ کی طرح اس نے کروٹ بدلی اور لیٹ گیا۔ آج بھی وہ اس کے ایک پیار بھرے لمس کو ترستی ہی رہی اور آج تو ایک اور ہی روگ لگا دیا تھا۔ اب تو اس کی آنکھوں سے نیند بھی غائب ہوچکی تھی۔

"ارسلان کہاں گم ہوتا جارہا ہے بیٹا۔" ماما نے شکوہ کیا تو اس نے سر ان کی گود میں رکھ دیا۔

"کیوں تنگ کررہا ہے سن۔ کیا چیز ہے جو تجھے اندر ہی اندر پریشان کررہی ہے۔ کیا مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ تو اس شادی سے خوش نہیں ہے۔ ہم سے زیادتی ہوگئی ہے کیا تیرے ساتھ۔" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے فکرمندی سے بولیں۔

وہ شادی کے اس ایک ماہ میں بہت زیادہ ہی چپ رہنے لگا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ وانیہ کو آہستہ آہستہ قبول کرلے گا۔ وہ خوب صورت تھی جوان تھی اور ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ شروع میں انہیں یہ محسوس بھی ہوا تھا کہ ارسلان اسے پسند بھی کرتا ہے۔

"ماما میں بہت تھک گیا ہوں۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ میں ایک قدم بھی اور نہیں چل سکوں گا۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولا کہ اس نے یہ ہار آج اپنی عزت کا سودا کرکے پچاس لاکھ میں خریدی تھی۔

دروازے میں کھڑی وانیہ کو لگ رہا تھا کہ اس کی اس ہار میں کہیں اس کا بہت بڑا کردار ہے۔ وہ کتنی دفعہ چاہ رہی تھی کہ اسے بتائے کہ وہ اس سے کتنا پیار کرتی ہے اسی لیے اس پہ اپنی تمام کوتاہیاں عیاں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔

"ایسے کیوں بول رہا ہے میری جان۔۔۔" ان کا دل ہولا کہ ان کی زندگی کا تو ایک وہی سہارا تھا۔

"ماما میرا ساتھ دیں گی۔۔۔" وہ یکدم ان کا ہاتھ تھام کے بولا۔

"مرتے دم تک بچے۔۔۔"

"تو پھر مجھے اجازت دے دیں۔۔۔"

"کیسی اجازت۔۔۔" وہ الجھتے ہوئے بولیں۔

"مجھ سے بنا ایک بھی سوال کیے اس ہفتے مجھے یو کے جانے کی اجازت دے دیں۔ سب کام ہو گیا ہے سارے انتظامات۔۔۔ میری فلائٹ بھی کنفرم ہو چکی ہے۔۔۔" اس نے بم پھاڑ ہی دیا۔

"یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔۔۔ کیا کمی ہے تجھے یہاں۔"

"ماما بس یہ جان لیں کہ مجھے جانا پڑ رہا ہے۔۔۔ صرف کچھ سالوں کی بات ہے۔۔۔ صرف چند سال۔ پلیز ماما اگر میں یہاں رہا تو میری سانسیں رک جائیں گی مجھے کچھ وقت دیں کہ میں خود کو ایک بوجھ سے آزاد کر سکوں۔۔۔" وہ ملتجیانہ لہجے میں بولا۔

"اور اس کا کیا ہو گا جسے ایک ماہ پہلے بیاہ کے لایا ہے۔۔۔" ماما ارسلان کے کمرے کی طرف دیکھ کے بولیں جہاں دروازے پہ وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

"ارے ماما آپ کے پاس امانت چھوڑ کے جاؤں گا۔۔۔ کیا اتنی ذمہ داری بھی نہیں لیں گی میری غیر موجودگی میں۔۔۔ اس کا حساب آپ سے ہی لوں گا۔۔۔ اور ویسے بھی میں نے وانیہ سے اجازت لے لی ہے اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔" وہ زبردستی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے مذاق سے بولا مگر سامنے بیٹھی ہستی کی آنکھوں میں سوال بدستور موجود تھا جو پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

وانیہ ہاتھ اپنے لبوں پہ رکھ کے اندر چلی گئی کہ اس کی فریادیں اونچی نہ ہو جائیں۔

"جب تو نے سارے فیصلے کر لیے ہیں تو مجھ سے کیا پوچھ رہا ہے۔۔۔ ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔۔۔" وہ اداسی سے بولیں۔

"ایسے نہیں۔۔۔ پلیز ناراض ہو کے نہیں۔۔۔"

"اچھا جیسے تیری خوشی۔۔۔" وہ اس کی خوشی کی خاطر دل پر پتھر رکھتے ہوئے بولیں۔۔۔

"کیوں ایسا کر رہے ہو ارسلان۔۔۔ وہ بہت اچھی بچی ہے۔ اسے قبول کر لو۔۔۔" ماما کو اس کے رویے سے زک پہنچی۔

"ماما بہت کوشش کرتا ہوں، مگر ہر دن پہلے سے زیادہ ناممکن لگنے لگتا ہے۔"

"کیا تم کسی اور سے محبت کرتے ہو۔۔۔" انہوں نے پوچھا۔

"اگر میں کہوں ہاں تو کیا آپ مجھے اس سے شادی کی اجازت دیں گی۔"

"ارسلان۔۔۔ یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔۔۔" ان کی آواز صدمے سے پھٹ گئی۔

"یہ بات تو مجھے شادی سے پہلے بتاتا۔ اب میں اس معصوم پہ ظلم کروں گی۔۔۔ ناممکن۔۔۔" وہ صاف انکاری تھیں۔

"تو پھر مجھے خوش رہنے کے لیے مت کہا کریں۔ گزارنے دیں اس زندگی کو اسی طرح۔ کیا نیکی کی تھی طارق سومرو نے آپ کے ساتھ سوائے بیوی کی چادر سر پہ سجانے کے کہ اس کے گھر کی گندگی کو اپنے دامن پہ مل لیا آپ نے۔ کون سی نیکی کا بدلہ چکایا ہے آپ نے۔۔۔ میری زندگی کو داؤ پہ لگا کے۔" وہ بغیر کسی لحاظ کے چیختے ہوئے بولا اس بات کا احساس کیے بغیر کہ اس کی آواز بخوبی اس تک پہنچ رہی تھی۔ تو کیا ارسلان واقف ہے کہ وہ اپنے دامن میں شادی سے پہلے گندگی مل چکی ہے۔

"میں اپنی گندگی اپنے دامن میں سمیٹ لوں گی ارسلان۔۔۔ آپ مجھے آزاد کر دیں۔" وانیہ کے دل پہ اس کے جملے تیر کی طرح لگے۔ وہ اٹھی اور اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"یہی چاہتا ہوں میں کہ تم مجھے اپنے وجود کی اذیت سے آزاد کر دو۔۔۔ دفع ہو جاؤ میری زندگی سے۔" وہ غراتے ہوئے اٹھا اور اس کو بالوں سے بری طرح کھینچتے ہوئے حقارت سے بولا۔

"ارسلان کیا ہوگیا ہے تمہیں۔۔۔ کیا فضول بول رہے ہو۔ وانیہ جاؤ بیٹا اپنے کمرے میں۔۔۔" ماما کی تو حالت ہی بگڑنے لگی۔

"میں بھی آزادی ہی چاہتا ہوں۔۔۔ اور اس کے لیے تمہارا میری زندگی سے جانا بہت ضروری ہے۔ تم نے ان کی وجہ سے جانا نہیں اس لیے میں یہاں سے جا رہا ہوں۔" وہ سر پکڑے صوفے پہ بیٹھی ماں کو دیکھ کے بدلحاظی سے بولا۔

"نہیں میں واقعی جانا چاہ رہی ہوں۔۔۔" وہ بھاگتی ہوئی اندر گئی اور کچھ دیر بعد ایک چھوٹے سے بیگ کے ساتھ باہر آگئی۔

"وانیہ میری بچی تو ہی میرا مان رکھ لے۔۔۔ یوں مت جا۔" ماما کا تو رنگ ہی فق ہوگیا ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

"ماما ارسلان ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔ میں ایک بدکردار لڑکی ہوں اور کوئی بھی باعزت شخص کسی بدکردار لڑکی کو بیوی قبول نہیں کرسکتا۔ لیکن میرے جانے کے بعد ارسلان سے یہ ضرور پوچھیے گا کہ جب گندگی میرے وجود اور دامن پہ ملی جا رہی تھی تو کیا میں نے رو رو کے اسے مدد کے لیے نہیں پکارا تھا۔ اس وقت انسانیت کے ناتے بھی اس نے میری عزت کی حفاظت نہیں کی تھی۔۔۔ لیکن بہرحال مجھے کوئی حق نہیں سوال کرنے کا اس لیے جا رہی ہوں کہ زبردستی کسی کی زندگی برباد نہیں کی جاسکتی۔" وہ کہہ کے ایک پل بھی نہ رکی اور نہ ہی ارسلان نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

ماما روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ اور وہ تھکا تھکا اپنے کمرے میں آگیا۔

اگلے دن رات کو اس کی فلائٹ تھی اور ماں کو سلام کر کے ان کے قدموں پہ سر رکھ کے کتنی دیر روتا رہا۔ وہ بالکل خاموش تھیں۔ ماما کی حالت کے پیش نظر اسے لگا کہ اگر وہ ماں کو سچ بتائے بغیر چلا گیا تو بہت بڑی غلطی کرے گا۔

اس نے نظریں جھکا کے ماں کو اپنے اور اس کے درمیان ہونے والے ایک ایک لمحے کی روداد سنائی۔ کیسے اس نے یونیورسٹی ٹائم کے دوران اس کے ساتھ بدتمیزیاں کیں۔ اس کا اپنا کردار کیسے لوگوں کی زبان پہ ڈسکس ہوتا رہا۔ کیسے وہ اپنے امارت کے نشے میں اس کی غربت کو تماشا بناتی رہی۔۔۔ اور پھر شادی کی رات کو وہ ڈراؤنا خواب جو حقیقت تھا اور اس کی روح کا ناسور بن چکا تھا۔

"میرے بچے تو اتنی تکلیفیں تنہا برداشت کرتا رہا تو نے اپنی ماں سے کیوں اپنا دکھ نہیں کہا۔" ماما نے شکوہ کیا۔

"اب مجھے اس کا قرض لوٹانا ہے۔۔۔ اس کے زیورات چھڑانے ہیں۔ اسی لیے میں یو کے جانا چاہ رہا ہوں کیونکہ یہاں تو اتنی بڑی رقم کا بندوبست ہونا ناممکن ہے۔۔۔ میں نے آپ سب کے کہنے پہ اپنی انا اور خودداری کو ایک طرف رکھ کے اسے قبول کرلیا تھا۔۔۔ لیکن پہلے ہی دن اس کی طرف سے جو تحفہ ملا اس نے مجھے اس سے بہت دور کر ڈالا ہے۔ ماما میں جانتا ہوں کہ یہ بہت ٹف ٹائم ہوگا آپ کے اور میرے لیے بھی۔۔۔ لیکن مجھے اس مصیبت میں ڈالا بھی تو آپ نے ہی ہے۔"

"لیکن کچھ بھی ہے اب وہ تیری بیوی بھی ہے۔۔۔ اس کی اور تیری زندگی ایک ساتھ جڑی ہے۔"

"ماما۔۔۔"

"مجھے یوں لگا تھا کہ تجھے وہ پسند ہے۔ اس لیے ہی تو میں نے اسے بہو بنانے کا سوچا تھا۔ مجھے اکثر ایسا لگتا تھا کہ تیری نظریں اس کا تعاقب کرتی ہیں۔" انہوں نے کہا تو اسے اقرار کرنا پڑا کہ کبھی ایسا تھا۔

"تو اب کیا کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اب مجھے لگتا ہے کہ وہ بہت بدل گئی ہے۔"

"بہرحال مجھے لوٹنے دیں پھر دیکھیں گے کہ اس کے اور میرے دل میں ایک دوسرے کے لیے کتنی گنجائش ہے۔۔۔" اور پھر وہ چلا گیا۔ اس بات کا احساس کیے بنا کہ اس کی ماما اور پھپھو کیسے تنہا سارے زمانے سے لڑیں گی۔

✵ ✵ ✵

"وانیہ مجھے ایک بات تو بتاؤ کہ تم ارسلان کے جانے سے پہلے کیوں یہاں آگئیں بیٹی۔۔۔" پاکیزہ اسے دیکھ کے پریشان ہوگئیں کہ کچھ دیر پہلے ہی تو وہ سب وہاں سے آئے تھے۔

"اماں میں اسے جاتا نہیں دیکھ سکتی۔۔۔ اسے روک لیں ماں۔۔۔ پلیز اسے روک لیں۔۔۔" وہ تڑپ تڑپ کے رونے لگی۔

"بیٹا تو اس کی بیوی ہے اس کے پاؤں کی زنجیر بن جا۔"

"بہت کوشش کی اماں مگر میں نہیں روک پا رہی اسے۔"

"تو نے بہت غلطی کی یہاں آکے۔۔۔ کچھ بھی تھا تمہیں اس کے جانے سے پہلے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اب تو وہ جا بھی چکا ہوگا۔"

"اچھا چل میں پہلے تجھے واپس چھوڑ آؤں۔" پاکیزہ نے سمجھایا۔ تو وہ چپ رہی۔

"اس وقت تیرا بھابھی کے ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔ اور آزمائش کا وقت بھی یہی ہے۔ اس امتحان سے گزر کے ہی زندگی جگمگاتی ہے میری جان۔۔۔ اسے پانا ہے تو اس کے رنگ میں رنگی جا اور اگر اس کا ہاتھ چھوڑنا ہے تو فیصلہ کرکے آ کہ یہ روز روز کے تماشے اچھے نہیں لگتے۔" انہوں نے اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا۔ وہ تڑپ ہی تو اٹھی۔

"نہیں اماں میں اس کے بنا بالکل ادھوری ہوں۔ اس کا نام میرے ساتھ ہے یہ بھی بہت ہے۔۔۔"

"تو پھر اٹھ اس وقت بھابھی کو تیری ضرورت ہوگی۔ اگر محبت ہے تو بے لوث ہوکے لٹا۔۔۔ صلے کا انتظار نہ کر۔" وہ اسے لے کے واپس آئیں تو بھابھی نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"بھابھی سنی چلا گیا کیا۔۔۔" پاکیزہ نے گلے ملتے ہوئے پوچھا تو وہ رو پڑیں۔

"ہاں چلا گیا ہے یہ سوچے بنا کہ میں اکیلی اس کے بغیر کیسے رہوں گی۔"

"اکیلی کیوں۔۔۔ آپ کی بیٹی آپ کے پاس ہے نا۔" وہ وانیہ کو آگے کرتے ہوئے بولیں۔

"وانیہ۔۔۔ میری بچی۔۔۔ میں تجھ سے بھی شرمندہ ہوں۔" وہ کیا کہتیں اس کے سوا کہ بھرم بھی تو رکھنا تھا۔

"ماما نجانے کس کو کس سے شرمندہ ہونا چاہیے۔" وہ افسردگی سے مسکرا کے بولی۔

پاکیزہ اسے چھوڑ کے چلی گئیں تو وہ سر جھکائے ان کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

"ادھر آؤ وانیہ۔۔۔" ماما نے پکارا تو وہ دھیرے دھیرے چلتی ان کے پاس آ بیٹھی۔

"بیٹا ایک بات سچ سچ بتا کہ تو اپنی زندگی کی بربادی کا ذمہ دار ارسلان کو سمجھتی ہے۔"

"ماما ایسا نہیں ہے۔ میں نے آج تک سوائے اپنے کسی کو اپنا مجرم نہیں سمجھا اور ارسلان سے تو میں بہت ہی شرمندہ ہوں۔ ان کی زندگی کی بربادی کا سامان بھی میں نے ہی کیا ہے۔ کاش مجھے ان سے معافی مانگنے کا موقع ہی مل جاتا۔" وہ ان کی گود میں سر رکھ کے بولی۔

"ہوجاتا ہے ازالہ اگر محبت سچی ہو تو۔۔۔ اگر تمہیں اس سے محبت ہے تو اسے جیتنا ہوگا۔" انہوں نے کہا کہ تو وہ اداسی سے بولی۔

"لیکن جس قلعے پہ پہلے ہی کسی اور کی محبت کا جھنڈا لہرا رہا ہو اس میں غاصب بن کے تو داخل ہوا جاسکتا ہے فاتح بن کے نہیں۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔"

"مطلب یہ کہ ارسلان کو حلیمہ سے محبت ہے۔ وہ دونوں جب ساتھ ہوتے تھے تو مجھے آگ لگ جاتی تھی اور میں ہر غلط کام کرتی چلی جاتی تھی۔" اس نے اقرار کیا۔

"ایسا نہیں ہے۔۔۔ اسے تجھ سے محبت تھی بیٹا۔۔۔ تو نے اس کی محبت کو جھٹلایا ہے۔ اس کے جذبوں کی قدر نہیں کی۔"

"نہیں ماما ایسا کچھ نہیں تھا۔۔۔" وہ یقین کرنے کو

تیار نہ تھی۔

"میں نے اپنے دل کی گاڑی یکطرفہ راہ پہ ڈالی ہے۔ اب دیکھیں کہ منزل پہ پہنچتی ہے یا سب کچھ لٹ جائے گا... میں نے تو سب کچھ داؤ پہ لگا دیا۔"

"ان شاء اللہ میں ہوں یا نہ ہوں میرا جملہ یاد رکھنا کہ وہ کہیں بھی گیا لوٹے گا تو صرف اور صرف تمہاری جانب ہی آئے گا۔ کیونکہ میں اپنے بیٹے کو اتنا تو جانتی ہوں۔" ماما کی بات پہ وہ افسردگی سے مسکرائی اور انہیں گولیاں اور پانی دینے کے بعد صحن میں آن بیٹھی۔

کسی شاعر کی نظم یاد آئی تو دل خون کے آنسو رو پڑا۔

مانا کہ ممکن نہیں
ملن اپنا
مگر اس آس پہ باندھا ہے
تم سے دل کا رشتہ
کہ شاید
جدائی لکھتے سے
دل بھر آئے
کاتب تقدیر کا

وہ ساری رات باہر بیٹھے بتا دیتی اور فجر کی اذان ہوتے ہی کمرے میں چلی جاتی کہ کہیں ماما نہ دیکھ لیں کہ اس نے رات آنکھوں میں کاٹ دی ہے۔

اس کا فون آتا تو وہ ماما سے ڈھیروں باتیں کرتا اور جب ماما اس سے بات کرنے کا کہتیں تو ایک ہی جملے کے ساتھ فون بند کر دیتا۔ ماما جس دن میری زبان اور دل آمادہ ہوئے تو خود بلا لوں گا۔

از کم میرے دل و دماغ کو روشنی نہیں پہنچا سکتی۔ اس کا رخ جب بھی اپنی طرف موڑنا چاہوں گا ہوا اسے بجھا دے گی۔

اب تو صرف یوں محسوس ہوتا ہے کہ سب کچھ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ کچھ بجھائی نہیں دیتا۔ زندگی صرف نوٹوں کے پیچھے بھاگنے کا نام ہے اور جب یہ ہاتھ لگیں گے تو جوانی کے سارے سپنے منوں مٹی تلے جا سو میں گے اس مردہ وجود سمیت....

کیا کروں خدایا... کچھ سمجھ نہیں آ رہی... جی چاہتا ہے کہ یہیں سے طلاق بھیج کر اسے آزاد کر دوں تاکہ وہ آس و امید کی کیفیت سے نکل جائے اور میں بھی اس کی سوچوں سے آزاد ہو جاؤں۔ یوں تو میں اسے بھول نہیں پاؤں گا۔ اس کشمکش سے نکلنے کا ایک یہی حل ہے۔

تو کیا یہ چراغ بجھا کے میں دیکھ پاؤں گا کہ آگے کیا ہے۔ مجھے تو اس کے بغیر بھی گہری کھائی ہی نظر آتی۔ کیا مجھے تسلیم کر لینا چاہیے۔ اپنی اور اس کی زندگی کو اس آزمائش سے نکالنا چاہیے۔ اس کے پچھلے گناہوں کو یوں بھول جانا چاہیے جیسے کسی کافر کا مسلمان ہونا اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اسے آب زم زم سے دھلا تصور کر کے اپنی اور اس کی زندگی کو ان مایوسیوں سے نکال لینا چاہیے۔ شاید بلکہ یہی میری ماں کی بھی خوشی ہے۔ اور ماں کی رضا اللہ کی رضا سے ملتی ہے۔ اور رب کی رضا مل جائے تو وہ بندے کی رضا میں راضی ہو جاتا ہے۔

☼ ☼ ☼

ماما کیوں چاہتی ہیں کہ میں اس سے بات کروں کیا میری ماں جانتی ہے کہ اس کے بیٹے کا دل اسی کے نام پہ دھڑکتا ہے۔ عجیب شکستگی تھی سوچوں میں۔ اسے لگتا تھا کہ وہ اس کے لیے نہیں ہے... پھر شادی کی ہامی بھرتے ہوئے دل کیوں اقرار پہ ہی بضد تھا۔ میں خود بدگمان تھا تو اوروں کی رضا کا پردہ کیوں اپنی چاہت پہ ڈالے رکھا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس چراغ کی لو کم

☼ ☼ ☼

"پاکیزہ دراصل بات یہ ہے کہ...." اور پھر انہوں نے ایک ایک بات انہیں بتا دی۔

اسی وقت وانیہ کے قدم بھی دروازے پہ آ کے رکے تھے۔

پاکیزہ پتھر کا بت بنی سب سن رہی تھیں۔ وانیہ کو حقیقتاً لگ رہا تھا کہ وہ اپنا ہی جنازہ لے کے اپنے کمرے کی طرف جا رہی ہے۔

اسے آج سمجھ آئی تھی کہ سہاگ رات میں ارسلان کے پاس کس کا فون آیا تھا اس کے زیورات کیوں لیے گئے تھے۔ اور ارسلان کیوں ماما کو تنہا چھوڑ کے جانے پہ تیار ہو گیا۔

نہیں ارسلان تمہاری زندگی داؤ پہ لگانے کی ہمت نہیں ہے۔ مجھ میں اپنے گناہوں کا کفارہ خود ادا کروں گی۔ ماما اور اماں سے کہہ کے تمہاری شادی حلیمہ سے کرواؤں گی۔ وہ جنگ کرنے پہ تیار ہو گئی تھی۔

ماما نے اسے جانے کے لیے بلوایا تو سر جھکائے چلی آئی۔ آج تو شرمندگی کا وہ عالم تھا کہ نظر اٹھنے کو تیار نہ تھی۔

واپس گھر آ کے بھی وہ کھوئی کھوئی رہی۔ ماما نے دو تین دفعہ اسے آوازیں دیں مگر وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب انہوں نے بات کرنا چاہی تو وہ بری طرح تڑپ تڑپ کے رونے لگی۔

"میری بچی..." وہ گھبرا گئیں۔

"ماما پلیز ارسلان کو میرے وجود کی گندگی سے نجات دلا دیں۔ اسے کہہ دیں کہ مجھے آزاد کر دے۔ میں یہ حقیقت جاننے کے بعد خود سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں رہی۔ ارسلان نے میری وجہ سے اتنی اذیت برداشت کی ہے اور ابھی تک کر رہے ہیں۔"

"وانیہ میری بچی... وہ تجھے بے تحاشا پیار کرتا ہے۔ اسی لیے زیادہ ہرٹ ہوا ہے۔ دیکھنا وہ سیٹ ہو جائے گا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اسے حوصلہ دینے لگیں۔

"ماما... کچھ ٹھیک نہیں ہو گا..."

"مجھ پہ اعتبار رکھو... وہ تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔"

"ماما..."

"ہاں... میں ہوں نا تمہارے ساتھ..." وہ اسے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

اس رات ارسلان کا فون آیا تو ماما اس پہ برس پڑیں۔ روتی رہیں۔

"ارے کیا ہو گیا ہے ماما... کیوں رو رہی ہیں۔" وہ پریشان ہو گیا۔

"ماما کیا وانیہ نے کوئی بدتمیزی کر دی ہے۔" وہ اس سے آگے کا نہ سوچ سکا۔

"ماما پلیز... اچھا ایسا کریں میری وانیہ سے بات کرائیں۔ آپ یہ چاہتی ہیں نا کہ میں آپ کی بہو کو تنگ نہ کروں تو آپ کی خاطر اب نہیں کروں گا..." ماں کی خواہش سے وہ بخوبی واقف تھا۔ وہ ماں کی خوشی کی خاطر کچھ بھی کر سکتا تھا۔

"سنی تم لوٹ آؤ ورنہ تمہاری پھپھو جان وانیہ کو لے جائیں گی۔ وہ چاہتی ہوں کہ تم دونوں ان چاہے رشتے کی زنجیر سے آزاد ہو جاؤ۔" وہ بولیں۔

"اور وانیہ... وہ کیا چاہتی ہے..." جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ پہلے سے زیادہ خاموش ہوتی جا رہی ہے۔ ہر وقت میری خدمت میں لگی رہتی ہے البتہ تمہاری طرف سے بالکل مایوس ہے کیونکہ اس کا خیال ہے کہ تم حلیمہ نامی لڑکی سے محبت کرتے ہو... اس لیے وہ تمہیں جیت نہیں سکتی... وہ کہہ رہی تھی کہ وہ یہاں تب تک ہے جب تک میں اکیلی ہوں۔ جس دن تم لوٹو گے وہ واپس چلی جائے گی۔"

"میں اسے نہیں جانے دوں گا کیونکہ وہ میری ماما کی پسند ہے اور مجھے قبول ہے۔" یکدم اس نے فیصلہ سنا دیا۔

"سنی تو سچ کہہ رہا ہے نا..." انہوں نے بے یقینی سے کہا۔ یہ بھی سچ تھا کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود وہ ان کے بیٹے کی زندگی میں موجود تھی تو اس کی بنیادی وجہ ان کے بیٹے کی اس سے محبت تھی اور انہیں اپنے بیٹے کی دل کی خوشی دل سے قبول تھی۔

"اچھا ذرا اپنی لاڈلی بہو سے بات تو کرائیں۔" جب چراغ جل اٹھیں تو روشنیاں محو رقص ہو جاتی ہیں۔ ارسلان نے بھی دل میں وسعت پیدا کی تو سب کچھ نکھر گیا تھا۔

"ایک منٹ..." وہ ہانپتی کانپتی اٹھیں اور وانیہ کو آوازیں دینے لگیں۔ ان کی آواز میں چھپی خوشی نے ارسلان کی روح کو معطر کر دیا۔

وہ خوش تھا کہ اس کی ماں خوش ہے اور ماں خوش تھی کہ اس کا بیٹا خوش ہے۔

اس کے دل کی دھڑکنوں میں اس کی ماں کی دعائیں شامل ہوگئی تھیں اس لیے آج اس سے بات کرنے میں دل پہ کوئی بوجھ نہیں تھا بلکہ سانسوں پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔

"وانیہ۔۔۔ وانیہ۔۔۔"

"جی ماما۔۔۔"

"یہ لو سنی کا فون ہے۔۔۔ تم سے بات کرنا چاہ رہا ہے۔۔۔" اس وقت ان کی خوشی قابل دید تھی۔

"مجھ سے۔۔۔" آواز میں بے یقینی کا عنصر اتنی دور بے جان تاروں کے ذریعے بھی محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"ہاں یہ لو۔" ماما اسے موبائل تھما کے چلی گئیں۔

"ہیلو وانیہ میں بات کر رہا ہوں۔" ارسلان نے محسوس کر لیا کہ موبائل اس کے کانوں سے لگا ہے۔ خاموشی کو اس نے خود ہی توڑا۔

"جی السلام علیکم۔۔۔"

"وعلیکم السلام۔۔۔ کیسی ہو۔۔۔"

"ارسلان پلیز لوٹ آئیں نا۔۔۔ ماما کو آپ کی ضرورت ہے۔"

"اور تمہیں۔۔۔"

"میں تو آپ کے فیصلے کی منتظر ہوں۔" وہ ڈرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"فیصلہ سنا دوں گا انتظار کرو۔۔۔"

"کک کیسا فیصلہ۔۔۔" وہ گھبرا گئی۔

"فیصلہ یہ ہے کہ اب سب کچھ بھول جاؤ سب دکھ اور تلخیاں جنہوں نے ہمیں ہماری خوشیوں سے دور رکھا۔ صرف اتنا سوچو کہ ہم دونوں نے مل کے زندگی سے خوشیاں کشید کرنی ہیں۔ ہمیں سب اپنوں کے چہروں پہ سکون لانا ہے۔ بس اب ماضی کے اندھیروں سے نکلو۔ اور میرا انتظار کرو۔"

"ارسلان۔۔۔" وہ حیرت سے کچھ کہہ ہی نہ پائی۔

"میرا یقین کرو۔"

"ارسلان تو پھر لوٹ آئیں نا۔۔۔ کیوں وہاں پردیس میں میرے گناہوں کی قیمت چکانے کے لیے چلے گئے ہیں۔ مجھے کٹہرے میں کھڑا کریں اور سزا سنائیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔ کیا کہنا چاہ رہی ہو۔۔۔"

"میں نے جان لیا ہے کہ شادی کی رات کس کا فون تھا اور آپ نے کیا قیمت چکائی ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا۔۔۔"

"ارسلان مجھے سزا دیتے۔۔۔ احساس تو دلاتے۔۔۔ شرمسار تو کرتے۔۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"وانیہ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس یوں ہی تو قرار نہیں دیے گئے۔ میں نے اگر وہ سب اپنے لباس میں چھپانا چاہا ہے تو اس میں برا بھی کیا ہے۔"

"اور میں نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا۔۔۔"

"میں نے اس پہ بھی بہت سوچا ہے۔ اگر شادی کے بعد تم ایک دفعہ بھی مجھ سے یا میری ماما سے بدتمیزی کرتیں تو یقیناً" وہ سب قابل معافی نہ ہوتا۔۔۔ لیکن شادی کے بعد کا رشتہ تم نے نبھایا ہے۔ اور محبت تو ہم دونوں نے کی ہے۔۔۔ اب کیسے کی ہے اس کا نتیجہ کیا نکلا۔۔۔ وہ ہم دونوں کے لیے سبق ہے۔۔۔"

"آپ نے واقعی مجھے معاف کر دیا ہے ارسلان۔۔۔" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"وانیہ اس معاملے میں تم مجھ سے زیادہ خدا کے سامنے جھکو۔ اس نے ہی تمہارا پردہ رکھا ہے۔"

"ارسلان میں اپنے رب سے دن رات معافی مانگوں گی۔ لیکن آپ بھی آ جائیں نا۔۔۔ مجھے نہیں چاہئیں زیورات۔۔۔ میرا سنگھار تو آپ ہیں۔ آپ کی محبت ہی میرا زیور ہو گی اور ماما بھی آپ کو یاد کرتی ہیں۔" وہ بولی تو ارسلان نے اس کے دل کے سکون کے لیے ڈھیروں دعائیں کر ڈالیں۔

"لیکن مجھے تو سجی سجائی دلہن چاہیے۔"

"آپ آئیں تو سہی۔" اس نے شرماتے ہوئے کہا۔

"اچھا پھر میرا انتظار کرو۔۔۔" اس نے چھیڑا۔

"ارسلان ایک بات پوچھوں۔۔۔"

"پوچھو۔۔۔"

"آپ کو حلیمہ سے محبت تھی نا۔"

"تمہیں کس نے کہا۔۔۔"

"وہ آپ کے ساتھ بہت زیادہ جو ہوتی تھی۔" وہ پل میں روایتی بیوی بن گئی۔

"میں نے ایک حلیمہ کو دوست بنایا تو تمہیں فیل ہو رہا ہے اور خود جو دوستوں کے جھگٹھے میں رہتی تھیں۔۔۔ اس کا کیا جواب دو گی۔۔۔"

"وہ تو آپ کو جلانے کے لیے کرتی تھی۔" اس نے اقرار کیا۔

"کمال کیا ہے ہم دونوں نے۔۔۔ ہم نے نفرت کر کے محبت حاصل کرنی چاہی۔۔۔" وہ ہنسا۔

رات گئے وہ دونوں موبائل پہ باتیں کرتے رہے۔ جب ماما کو موبائل دینے آئی تو اس کی چہرے کی شرمیلی مسکراہٹ ماما کو سب کچھ سمجھا گئی۔ انہوں نے اسے خود سے لگالیا۔ اس دن کے بعد ماما نے دیکھا کہ وہ دن رات چپ چاپ اپنی عبادت میں لگی رہتی۔ نماز اور تہجد پڑھتی اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کی تفسیر پڑھنے میں زیادہ وقت گزارتی۔ ایک دن ارسلان نے اپنے آنے کی اطلاع دے ہی دی۔ وہ دن ان دونوں کے لیے تو عید کا دن تھا ہی پاکیزہ بھی بے تحاشا خوش تھیں کہ آج ان کی بیٹی کے چہرے پہ بے پناہ سکون اور خوشی وانبساط کے تاثرات تھے۔

☼ ☼ ☼

ارسلان پیکنگ کر رہا تھا شاہ جہاں اس سے ملنے آگیا۔

"ارے بڑا سرپرائز دیا ہے شاہ جہاں۔" ارسلان نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"تو اب تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔ اب بچا ہی کیا ہے یہاں تمہارے لیے۔۔۔" وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ہاں بچا تو کچھ نہیں مگر شرمندگی کی وجہ سے اب اماں کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں ہے۔ میں نے ان کے ساتھ کافی مس بی ہیو کیا تھا جائیداد اپنے نام

کروانے کے لیے۔ اب کیسے انہیں فیس کروں۔" وہ اپنی انگریز بیوی کی بے وفائی پہ بہت افسردہ تھا جو اسے ایک سال کی بچی دے کے جا چکی تھی اور اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ مزے کی زندگی گزار رہی تھی۔

"شاہ جہاں یہ جو ماں باپ ہوتے ہیں نا انہیں اللہ نے بہت اسپیشل مٹی سے بنایا ہوتا ہے۔ ان کے اندر سوائے اپنی اولاد کی محبت کے کوئی اور جذبہ ہوتا ہی نہیں۔ تم میرے ساتھ چلو میں سب سے خود بات کروں گا۔" ارسلان نے اسے حوصلہ دیا تو وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

"ارسلان کیا اماں مجھے معاف کر دیں گی۔"

"یقیناً" کر دیں گی۔"

"ٹھیک ہے تم کچھ دن اپنی فلائٹ آگے کروالو۔ میں بھی اب یہاں نہیں رک سکوں گا۔" اس نے یکدم فیصلہ کر لیا تو ارسلان کو لگا کہ وہ اپنی پاکیزہ پھپھو کے درد کا درماں کرنے چلا ہے۔

ایئرپورٹ پہ چلتے ہوئے ایک قیامت اور اس پہ ٹوٹی شاہ جہاں ایک لڑکے کی طرف بڑھا جو اداس سا ایمبولینس کے پاس کھڑا تھا۔ ارسلان بھی آگے بڑھا۔ اس لڑکے پہ نظر پڑی تو جھٹکا سا لگا کہ یہ وہی لڑکا تھا جس نے وانیہ کی مووی کے بدلے اس سے رقم لی تھی۔ وہ کیسے اس کی شکل بھول سکتا تھا۔ اور تابوت پہ لگی تصویر اس دوسرے لڑکے کی تھی جو مووی میں وانیہ کے ساتھ موجود تھا۔

"کیا ہوا راحیل کو۔ کیسے ڈیتھ ہوئی ہے۔" شاہ جہاں نے پوچھا۔ وہ ان دونوں کو جانتا تھا۔ ہاں وہ ان کے ظاہری کرداروں سے واقف تھا مگر نہیں جانتا تھا کہ ان کا باطن کتنا بھیانک تھا۔

"راحیل کو ایڈز ہو گیا تھا۔ وہ علاج کے سلسلے میں پاکستان سے یہاں آیا تھا مگر۔"

ارسلان نے تو سنا اس کی سماعتیں مفلوج ہونے لگیں۔ اس کا چہرہ پسینے پسینے ہو گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ واپس بھاگ جائے اور بھیڑ میں گم ہو جائے۔ کوئی اسے ڈھونڈ نہ پائے۔ اور وہ اونچی آواز میں دھاڑیں مار مار کے روئے۔ وہ وانیہ کو مار دے۔ اس کے جسم کے اتنے ٹکڑے کرے جتنے ہر بار اس نے ارسلان کے ارمانوں کے کیے تھے۔

اگر اس لڑکے کو ایڈز تھا تو پھر کیا وانیہ اس مرض سے محفوظ رہ سکی ہوگی۔ اب ایک اور امتحان اس کے سامنے تھا۔ لیکن اس بار اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی اگر ایک ساتھ نہیں تو نہ سہی موت تو ایک ساتھ ہو۔ جب اللہ نے مجھے ان لوگوں کی کشتی میں سوار کر دیا ہے جن کے لیے لفظ سکون لکھا ہی نہیں گیا تو پھر اس رب سے لڑا تو نہیں جا سکتا نا۔ اس نے جو مقدر میں لکھ ڈالا۔

ماما نے کتنی دیر اسے سینے سے لگا کے اپنی ممتا کی پیاس بجھائی۔ پھپھو نے ڈھیروں دعائیں ایک ہی پل میں دے ڈالیں۔

ان کے انداز سے محبت صاف عیاں تھی۔

ارسلان نے ہی جہانگیر کو اشارہ کیا تو وہ آگے بڑھا اور پاکیزہ پھپھو کے آگے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا۔ وہ کب تک پتھر بنی رہتیں ایک بیٹا تو ویسے ہی کھو چکی تھیں۔ وانیہ آگے بڑھی اور بھائی سے لپٹ گئی۔

دادی اپنی پوتی کو بے تحاشا پیار کیے جا رہی تھیں۔ وانیہ کو بھی وہ پرکشش بہت اچھی لگی تھی۔

ارسلان نے دیکھا کہ وہ سفید رنگ کے خوبصورت فراک اور چوڑی دار پاجامے میں ملبوس اور سر پہ سلیقے سے دوپٹا بھی لیا ہوا تھا۔

"السلام علیکم۔" سر جھکا کے کہا تو وہ بنا جواب دیے آگے بڑھ گیا۔

سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ کے باتوں میں لگ گئے۔ وانیہ جلدی سے کچن کی طرف بڑھ گئی کہ آج اس نے شاہی کھانا بنایا تھا وہ کون سی ڈش تھی جو اس نے تیار نہ کی ہو۔ ماما سے ہر اس ڈش کو بنانا سیکھا تھا جو ارسلان کو پسند تھی اور آج بنائی بھی تھی۔

کھانا کھانے کے بعد وہ لوگ تو چلے گئے البتہ ارسلان ماں کے ساتھ باتوں میں لگا رہا۔ وانیہ سبز چائے بنا کے لائی تو پاکیزہ نے اسے پاس بیٹھنے کو کہا۔

"اب ذرا بیٹھ بھی جاؤ... صبح سے کاموں میں لگی ہوئی ہو..."

"جی ماما..." وہ اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔ اسے لگا کہ ارسلان اسے نظر انداز کررہا ہے۔

"اب تم لوگ ریسٹ کرو باقی باتیں صبح ہوں گی۔ تھک گئے ہو گے۔"

ماما کے کہنے پہ وہ کمرے میں آیا تو وانیہ نے جلدی سے الماری سے اس کا نائیٹ سوٹ اسے تھمایا۔

"آپ ایزی ہوجائیں..."

"کیا میرے مقدر میں ایسا کوئی پل ہے۔" وہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔ کپڑے بدل کے آیا تو وہ اس کے پاس چلی آئی۔ اب اس نے بالوں، کانوں اور ہاتھوں میں موتیے اور گلاب کے خوب صورت زیورات پہنے ہوئے تھے۔ جو ارسلان کی کمزوری تھی... وہ اس کے نفس کا امتحان لینے کی پوری تیاری کیے ہوئے تھی۔

"مجھے معاف کردیں ارسلان میں اپنی ہر ہر بے ایمانی پہ آپ سے شرمندہ ہوں... اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرا اللہ مجھے معاف کرچکا ہے کیونکہ اب مجھے بہت سکون کی نیند آتی ہے۔" وہ خاموشی سے اسے سنتا رہا۔ وہ کافی کمزور ہوگئی تھی۔ ارسلان نے آہستگی سے اپنی پناہوں میں لے لیا اور بیڈ پہ لے آیا۔ لیکن ایک انجانا خوف اسے اس کے قریب نہ ہونے دے سکا۔ باتوں میں ہی فجر کی اذانیں گونجنے لگیں۔

"ارسلان آپ اپنی بات پہ قائم ہیں کہ سوائے شوہر کے آپ ہر رشتہ نبھائیں گے۔" جب کئی دن ایسے ہی گزر گئے تو ایک دن وہ ارسلان کے سامنے رو پڑی۔

"ادھر میری بات سنو... آرام سے بیٹھو۔" ارسلان نے اسے بازو سے پکڑ کے اپنی جانب کھینچا، مگر آج اس پہ جذبات حاوی ہوچکے تھے۔ وہ سوچنے، سمجھنے کے اسٹیج سے نکل چکی تھی۔ دیوانی سی ہوتی جارہی تھی۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ... بہت تماشا دیکھ لیا ہے میں نے۔ مزید آپ کے ہاتھوں بے وقوف نہیں بن سکتی، جانے دیں مجھے۔" وہ بری طرح رو پڑی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا کہ میں تمہیں بے وقوف بنا رہا ہوں۔"

"مجھے شوہر چاہیے... گھر چاہیے، بچے چاہئیں... میں ایک عورت ہوں ارسلان... میری طلب ایک گھر ہے، جو مجھے آپ نہیں دے رہے۔"

"کک... کیا مطلب ہے تمہارا۔" اسے شاک لگا۔

"ہاں، ہاں آپ ایسا ہی کررہے ہیں... میرے پردے میں اپنی کمزوری کو چھپا رہے ہیں۔" اس کے طعنے نے ارسلان کے اندر کے مرد کو جھنجوڑ کے رکھ دیا تھا۔ اس کی مردانگی پہ ضرب پڑی تھی۔ وہ بلبلا کے رہ گیا تھا۔ لیکن جب ہوش آیا تو یہ احساس اسے مار گیا کہ اب شاید وہ بھی اس شخص کی ہی موت مرے گا، جس نے یہ تحفہ اس کے گھر بھیجا تھا۔ ناشتے کی میز پہ دونوں کے چہرے پہ چھائی سنجیدگی کو ماما نے محسوس تو کرلیا مگر چھیڑنا مناسب خیال نہ کیا۔ جوں ہی وانیہ نے چائے لاکے اس کے سامنے رکھی اس نے کپ اٹھا کے دیوار پہ دے مارا۔

"نہیں پینی مجھے تمہاری چائے۔"

"یہ کیا بدتمیزی ہے ارسلان۔ کیا ہوجاتا ہے تمہیں۔ اچھے بھلے ہوتے ہو، پھر اچانک ہی پٹڑی سے اتر جاتے ہو۔" ماما نے بھی اسے ہی لتاڑا۔ وہ خاموش رہا۔

"تم تیار ہوجاؤ۔ میں تمہیں تمہارے باپ کے گھر چھوڑ آؤں۔" اچانک اٹھتے ہوئے اس نے جو کہا۔ اس پہ وانیہ اور ماما ایک ساتھ چونکیں۔

"لیکن کیوں ارسلان..." ماما نے پریشانی سے پوچھا۔

"ماما پلیز... بس اب کوئی سوال نہیں۔"

"لیکن مجھے نہیں جانا، اب یہی میرا گھر ہے۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" وانیہ نے کہتے ہوئے ماما کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہاں یہ کہیں نہیں جائے گی۔"

"ماما پھر میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔" اس نے دھمکی آمیز لہجہ اپنایا۔

"ادھر بیٹھو... کیوں پاگل ہوئے جا رہے ہو... آرام سے بیٹھ کے بتاؤ کہ مسئلہ کیا ہے۔" ماما نے اسے کھینچ کر پاس بٹھایا۔

"ماما یہ ایک ہی شرط پہ یہاں رہ سکتی ہے کہ میرے ساتھ جائے اور اپنے ٹیسٹ کروائے۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے کہہ ہی دیا۔

"کیسے ٹیسٹ" ماما نے پوچھا۔ وانیہ نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔

"HIV ..." اس نے ایٹم بم پھینک کے گھر کی گویا اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔

"یہ تو کیا کہہ رہا ہے ارسلان۔" ماما کی آواز صدمے سے پھٹ گئی اور وہ تو وہیں فرش پہ بیٹھ گئی۔

"تمہارا دوست راحیل ایڈز سے مر گیا ہے۔" وہ اس کے قریب آ کے لفظ چبا چبا کے بولا تو وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"اٹھو... اور اگر یہ سچ ہوا تو یاد رکھنا کہ پہلے میں زہر کھاؤں گا اور پھر تم..."

وہ زبردستی اسے ساتھ لے گیا۔ ٹیسٹ کی رپورٹ دس دنوں بعد آنی تھی۔

☆ ☆ ☆

"کاش میں ارسلان کے ضبط کا امتحان نہ لیتی۔ اگر خدانا خواستہ میری وجہ سے وہ بھی اس موذی مرض کا شکار ہو گیا تو۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"وانیہ سوری، مگر میں کیا کروں، مجھے صرف اتنا بتا دو کہ میں کہاں غلط ہوں... میں نے جب بھی تمہاری طرف اپنی بھرپور محبت کے ساتھ بڑھنا چاہا تمہارے کردار کی کمزوریوں نے میری راہ روک لی۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم رو... مگر ہر بار ایسا ہو جاتا ہے۔" ارسلان اسے خود سے لگاتے ہوئے دھیرے دھیرے بولا۔

"ارسلان سوری۔" وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔

"تمہیں پتا ہے وانیہ۔ فصل ہم دونوں کاٹ رہے ہیں وہ تم نے تب بوئی تھی جب تم میری نفرت میں اندھی ہو رہی تھیں۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں سر جھکا کے بولا۔

"ارسلان پلیز مجھے بچالیں، مجھے آپ کے ساتھ جینا ہے۔" وہ اس سے لپٹ کے خوف سے کانپنے لگی۔

"کیا یہ میرے ہاتھ میں ہے وانیہ۔" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگا۔ دونوں چپ چاپ بیٹھ گئے کہ کہنے سننے کو کچھ تھا ہی نہیں۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھا۔

"چلو تم میں تمہیں گھر چھوڑ دوں..." وہ جاتے جاتے پلٹا کہ اسے ایک دم ڈر لگا تھا۔ یہ سوچ کے کہ وہ خود کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ وہ خاموشی سے اٹھ کے ساتھ ہولی۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور بیٹھ گئی۔ ارسلان نے ایک نظر اسے دیکھا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

کاش مجھے کوئی ایک خوشی تم سے ملی ہوتی وانیہ۔ بیک ویو مرر سے نظریں اس پہ جماتے ہوئے ارسلان نے حسرت سے سوچا۔ وانیہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ اور ارسلان کے دل پہ گر رہے تھے۔ لیکن وہ کیا کرتا... وہ کیا کر سکتا تھا۔

گیٹ پہ گاڑی رکی تو وہ خاموشی سے اتر گئی۔ ارسلان کی نظروں نے اس کا پیچھا کیا۔

"تمہاری اور میری سزا ابھی ختم نہیں ہوئی۔ دعا کرو خدا ہمیں اس مصیبت سے بھی اسی طرح نکالے جیسے اس سے پہلے اللہ کا کرم ہوا ہے۔" اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ "یہ تمہارا شادی سے پہلے کا وہ گناہ ہے جس کی معافی میرے ہاتھ میں نہیں۔"

اس پل وانیہ نے کتنی بے یقینی سے ارسلان کو دیکھا تھا کہ اسے یقین تھا کہ وہ اسے روک لے گا۔ چند لمحے کے لیے وانیہ رکی اور پھر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"ماما بہت گناہ گار ہوں۔ اسی لیے اللہ نے بھی مجھے معاف نہیں کیا... اللہ حافظ۔" وہ خود نہیں گئی تھی۔

ارسلان کی روح بھی نکال کے لے گئی تھی۔ وہ خالی وجود لیے واپس جا رہا تھا تو ایسے کہ اس کی روح وانیہ سومرو میں ہی تحلیل ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

شاہ جہاں سومرو نے بھی اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"مجھے کچھ وقت دیں۔۔۔ میں وانیہ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" ارسلان نے درخواست کی اور اس کی جانب چلا آیا۔ وہ ہلکا سا دروازہ بجا کے اندر آیا تو وہ بیڈ پہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔

"کیا ہم ایک دوسرے سے دور ہو سکتے ہیں وانیہ۔ تم نے مجھے تب بھی نہیں چھوڑا جب تمہیں مجھ سے شدید نفرت تھی۔ میں نے تمہیں تب بھی نہیں چھوڑا جب میں نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور چاہا تھا کہ تمہیں مار دوں۔۔۔ ہم جب یہ فیصلہ نہیں کر سکے تو اب کیسے وانیہ۔۔۔" اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے کہا تو وہ اس سے لپٹ کے بری طرح رو دی۔

"ارسلان۔۔۔ میں تب بھی آپ سے محبت کرتی تھی اور اب بھی مجبور ہوں۔"

وہ اذیت سے آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی تو ارسلان نے اس کے آنسو اپنی پوروں پہ چن لیے۔

"وانیہ اگر میں کہوں کہ میں نے تم پہ وہ الزام لگایا تھا بنا کسی ثبوت کے۔۔۔ اور اللہ نے کرم کر دیا ہے۔ وہ سب غلط ثابت ہو گیا۔"

"ارسلان کیا رپورٹس آ گئیں۔" اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کے پوچھا تو ارسلان نے اسے بتایا کہ اس کے خدشے غلط تھے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔

"اوہ۔۔۔ اللہ۔۔۔" کہہ کے وہ اٹھی اور سجدے میں گر کے روتی چلی گئی۔ ارسلان نے اس کے کانپتے سسکتے وجود کو اپنی پناہوں میں لے لیا۔

"آئی ایم سو سوری میری جان۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔" وہ دھیرے سے اس کے کان میں بولا۔

"ارسلان آپ سچ کہہ رہے ہیں نا۔" وہ بارش کے بعد نکھری قوس و قزح کی مانند کھل کے مسکرا دی۔

"سو فیصد سے بھی زیادہ۔"

"ارسلان میں تو مر ہی گئی تھی۔"

"تو کیا میں زندہ تھا۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"اب میرے ساتھ چلو کہ بہت وقت ہم نے ضائع کر دیا۔"

"لیکن۔۔۔"

"بھئی یہ ناراضیاں یوں ہی چلتی رہیں تو کیسے بنو گی۔" وہ شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا۔۔۔" وہ نا سمجھی سے بولی۔

"ماما۔۔۔" اس نے بھرپور سنجیدگی سے جواب دیا تو چند لمحے اسے سمجھنے میں لگے تھے۔ اس کے چہرے فرط حیا سے سرخ ہو گیا اور دل بارگاہ ایزدی کے حضور میں سربسجود تھا جس نے اس کی غلطیوں کو اپنے دامن فضل میں چھپا کر اسے ایک موقع دیا تھا اپنی دنیا کو سنوارنے کا۔

☼ ☼